Regd.# MC-1366

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 10 / • شمارہ 07 / • جنوری / 2021

نئے سال کا ایک اہم ہدف

صدقے کی برکات

مثالی طالب علم

مالنی سے مریم تک

2 اہم معاشرتی مسئلے

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/AS/PUBLICATIONS
91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

NEW
MAK'S
Moisturizing
HAND WASH
ANTI
BACTERIAL
Kills 99.9% of illness causing
germs, bacteria and viruses

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

جنوری 2021

فہمِ وفکر

عنوان	مصنف	صفحہ
نئے سال کا ایک اہم ہدف	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

عنوان	مصنف	صفحہ
فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
دو اہم مسئلے	مفتی نعمان علی	10
حقوق العباد	عبد الغنی	11
حضرت شیما رضی اللہ عنہا	ندا اختر	13
ذیابیطس	حکیم شمیم احمد	14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	16
تکبر ایک خطرناک بیماری	اسامہ عبد القدیر	17
مثالی طالب علم	عمارہ فہیم	18

خواتینِ اسلام

عنوان	مصنف	صفحہ
مالی سے مریم تک	اہلیہ فیصل	21
دوسرا اور	حریم فاطمہ	23
ذات	ماویم زاہدہ	24
خیراتِ عشق	عالیہ ذوالقرنین	26
صدقے کی برکات	ارم شمیم	27

باغیچہ اطفال

عنوان	مصنف	صفحہ
آومیاں کی تیراندازی	آئمہ بخاری	29
خربوزے کا رنگ	ڈاکٹر الماس روحی	31
سست کوا	جویریہ بتول	33
دادی جان کی ترکیب	محمد شائل	35
چور کون؟	مریم صدیقی	36
گوریلا	فوزیہ خلیل	38
بچوں کے فن پارے		40
انعامات ہی انعامات		41

بزمِ ادب

عنوان	مصنف	صفحہ
صلی علی صل علی	جناب محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ	42
الفت کا خزینہ	مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	42
حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت	ارسلان اللہ خان	43
گلدستہ	محمد اطہر فتح پوری	44

اخبار السلام

عنوان	مصنف	صفحہ
خبرنامہ	خالد معین	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ: 40 روپے
سالانہ فیس: 520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک: 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقام اشاعت: دفتر فہم دین

مدیر کے قلم سے

نئے سال کا ایک اہم ہدف

ہم کتنی طاقت کے مالک ہیں' کیا ہمیں اس کا اندازہ ہے! ہماری صلاحیتیں' ہماری ذہانتیں کتنی ہیں اور کہاں لگنی چاہییں؟ کیا ہم نے اس کو کبھی سوچنے کی زحمت کی!

طاقت اتحاد میں ہے' قوت یک جہتی میں ہے اور انقلاب ایکے سے آتے ہیں۔

پانی جس پر انسان کی زندگی کا مدار ہے' جو ہر فرد' ہر گھر' ہر شہر اور ہر ملک کی ضرورت ہے' بلکہ دُنیا کہہ رہی ہے کہ آئندہ کی عالمی جنگیں پانی پر لڑی جائیں گے' جب یہ پانی متحد ہو کر بپھر جاتا ہے تو پھر صرف فرد کو نہیں' بلکہ بستیوں اور شہروں کو یوں تہ و بالا کر دیتا ہے کہ حکومتوں کے لیے اس کو سنبھالنا دردِ سر بن جاتا ہے۔ یہ ایکے کی قوت ہے۔

ہوا پر بھی زندگی کا مدار ہے' بلکہ یہ پانی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ پانی کے بغیر ایک دو دِن یا کچھ زیادہ بھی گزارے جا سکتے ہیں' مگر ہوا کے بغیر تو ایک دو منٹ بھی نہیں گزارے جا سکتے۔ جب یہ ضرورت سے زیادہ کسی علاقے کا رُخ کر لیتی ہیں تو درختوں کو اُکھاڑ دیتی ہیں' چھتوں کا اُڑا دیتی ہیں اور بستیوں کی بستیاں اجاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ یہ بھی منتشر ہونے کی بجائے یک جا ہونے کا کرشمہ ہے۔

ہم امتِ مسلمہ کے ایک فرد ہیں۔ ہماری شناخت امتِ مسلمہ سے ہے۔ کیا ہم نے کبھی اس پہلو سے بھی سوچنے کی کوشش کی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واقعی ایک امت بن کر رہتے تھے' چناں چہ پوری دُنیا پر ہی چھا گئے۔ کسی معاملے پر جب حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف شدید ہو گیا اور رومی دشمن پہلے سے اس تاک میں تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں اختلاف ہو اور ہم اس اختلاف سے فائدہ اٹھائیں تو اس نے جھٹ سے حضرت معاویہؓ کے پاس اپنا قاصد بھیج دیا کہ اگر آپ کا خلیفہ آپ کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر رہا تو ہم تمہاری ہر قسم کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ لیکن صحابہ واقعی صحابہ تھے' وہ واقعی ہمارے لیے روشن ستارے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے بلا جھجک اور انتہائی سخت الفاظ میں یہ جواب لکھ بھیجا کہ ''او رومی کتے! اگر تو نے ہمارے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر حضرت علیؓ کی طرف میلی نظر سے دیکھنے اور اُن پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو تم مجھے علیؓ کے سپاہیوں کے ساتھ صفِ اوّل میں پاؤ گے۔'' صحابہ کرام کی اسی خوبی کو امتِ مسلمہ میں پیدا کرنے کے لیے اقبالؒ نے فرمایا:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے' تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اور امتِ مسلمہ کسی خاص قوم کا نام تھوڑا ہے' کسی خاص علاقے میں تھوڑا بستی ہے' کسی ملک کے باشندوں کو تھوڑا کہتے ہیں' وہ تو پوری دُنیا میں توحید کے ماننے والے متوالوں کا نام ہے' اس میں نہ رنگ نسل کا فرق ہے' نہ عرب عجم کی تمیز ہے۔ روم سے حضرت صہیبؓ آئے' وہ بھی مدینہ میں بَس گئے۔ حبشہ سے بلالؓ آئے' وہ نبی ﷺ کے مؤذن بن گئے۔ فارس سے حضرت سلمانؓ آئے اور وہ بھی صحابہ کرام میں گھل مل کر امتِ مسلمہ کا حصہ بن گئے۔ امتِ مسلمہ کا تصور اتنا وسیع ہے' اسی کو اقبالؒ نے اپنے ایک ترانے میں یوں کہا ہے:

چین و عرب ہمارا' ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم' وطن ہے سارا جہاں ہمارا

قارئینِ گرامی! جب ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم خاتم النبیین محمد رسول اللہ کے امتی ہیں تو پھر ہمارے کندھوں پر اس بات کی بھی ذمے داری آتی ہے کہ ہم امتِ مسلمہ کا ایک فرد بھی ہیں۔ اور دُکھ آج صرف اس بات کا نہیں کہ ہم ایک امت بن کر نہیں رہ رہے' بلکہ غم بالائے غم یہ ہے کہ دِلوں میں اس بات کا احساس تک نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے' وہ یہی درد لیے دُنیا سے رخصت ہو گئے کہ

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

سامعین گرامی! نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ بہت سوں کے جذبے جواں ہو جاتے ہیں' نئی ڈائریاں لی جاتی ہیں' نئے عزم کیے جاتے ہیں' نئی ''ٹوڈو لسٹ'' to do list تیار کی جاتی ہے۔ سابقہ اہداف کا جائزہ لیا جاتا ہے' نئے اہداف مقرر کیے جاتے ہیں۔ کیا ہم اس بار اپنی ڈائری میں' اپنی to do list میں' کہیں اس جملے کو بھی جگہ دے سکتے ہیں کہ:

''میں امتِ مسلمہ کا فرد ہوں اور مجھے امتِ مسلمہ کی بھلائی کے لیے کام کرنا ہے۔''

اگر نہیں لکھا تو کم از کم اس نئے سال کے موقع پر ایک بار اسے سوچ ہی لیں کہ میری جان پر' میری صلاحیتوں میں' میرے مال پر' میرے جذبات میں' میرے وقت پر امتِ مسلمہ کا بھی حق ہے اور زکوٰۃ کی طرح مجھے یہ حق بھی ادا کرنا ہے۔ کاش! میں اس کو سوچ تو لوں! والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

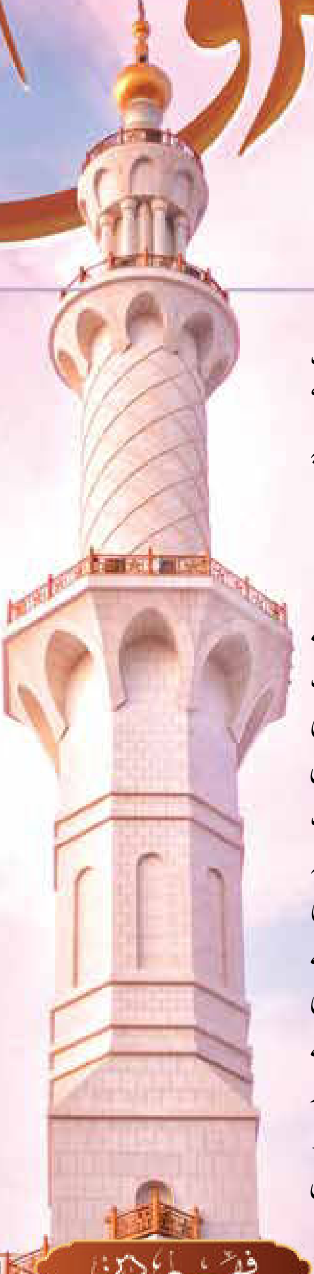

فہمِ قرآن

النساء 48-52

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم تر ہر بات کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے' وہ ایسا بہتان باندھتا ہے جو بڑا زبردست گناہ ہے۔ 48

تشریح: یعنی شرک سے کم کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ جب چاہے توبہ کے بغیر بھی محض اپنے فضل سے معاف کر سکتا ہے' لیکن شرک کی معافی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ مشرک اپنے شرک سے سچی توبہ کر کے موت سے پہلے پہلے اسلام قبول کر کے توحید پر ایمان لے آئے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا 49

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ بتاتے ہیں؟ حالاں کہ پاکیزگی تو اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور (اس عطا میں) ان پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوتا۔ 49

تشریح: یعنی پاکیزگی اور تقدّس اللہ تعالیٰ انہی کو عطا فرماتا ہے جو اپنے اختیاری اعمال سے ایسا چاہتے ہیں' جن کو پاکیزگی اور تقدّس نہیں ملتا' وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اختیاری اعمال کے ذریعے خود نااہل بن جاتے ہیں' لہٰذا اگر اللہ انھیں تقدّس عطا نہیں فرماتا تو اس میں ان پر کوئی ظلم نہیں ہے' کیوں کہ انھوں نے خود اپنے اختیار سے اپنے آپ کو نااہل بنا دیا ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ وَكَفٰى بِهٖٓ إِثْمًا مُّبِيْنًا 50

ترجمہ: دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے کیسے بہتان باندھتے ہیں اور کھلا گناہ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا 51

ترجمہ: جن لوگوں کو تورات (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا' کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ (کس طرح) بتوں اور شیطان کی تصدیق کر رہے ہیں اور کافروں (یعنی بت پرستوں) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔

تشریح: یہ مدینہ منورہ میں آباد بعض یہودیوں کا تذکرہ ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ وہ اور مسلمان آپس میں امن کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف کسی بیرونی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے' لیکن انھوں نے اس معاہدے کی بار بار خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے دشمن کفار مکہ کی حمایت اور درپردہ مدد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کا ایک بڑا سردار کعب بن اشرف تھا۔ جنگِ اُحد کے بعد وہ ایک اور یہودی سردار حیی بن اخطب کے ساتھ مکہ مکرمہ کے کافروں کے پاس گیا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف تعاون کی پیشکش کی۔ کفارِ مکہ کے سردار ابوسفیان نے کہا کہ اگر تم واقعی اپنی پیشکش میں سچے ہو تو ہمارے دو بتوں کے سامنے سجدہ کرو' چناں چہ کعب بن اشرف نے ابوسفیان کا یہ مطالبہ مان لیا' پھر ابوسفیان نے کعب سے پوچھا کہ ہمارا مذہب اچھا ہے یا مسلمانوں کا؟ تو اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ بہتر ہے' حالاں کہ وہ جانتا تھا کہ مکہ کے یہ لوگ بت پرست ہیں اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان کے مذہب کو بہتر قرار دینے کا مطلب بت پرستی کی تصدیق کرنا تھا۔ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پھٹکار ڈال رکھی ہے اور جس پر اللہ پھٹکار ڈال دے اس کے لیے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ 52

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی برادری کے باہمی تعلقات اور برتاؤ

عَنۡ أَبِیۡ مُوۡسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الۡمُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِ کَالۡبُنۡیَانِ یَشُدُّ بَعۡضُہٗ بَعۡضاً ثُمَّ شَبَّكَ بَیۡنَ اَصَابِعِہٖ

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے' اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے' پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمان کو اس طرح باہم وابستہ اور پیوستہ ہونا چاہیے) (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس طرح عمارت کی اینٹیں باہم مل کر مضبوط قلعہ بن جاتی ہیں' اس طرح امت مسلمہ ایک قلعہ ہے اور ہر مسلمان اس کی ایک ایک اینٹ ہے' ان میں باہم وہی تعلق اور ارتباط ہونا چاہیے جو قلعہ کی ایک اینٹ کا دوسری سے ہوتا ہے' پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مسلمانوں کے مختلف افراد اور طبقوں کو باہم پیوستہ ہو کر اس طرح امتِ واحدہ بن جانا چاہیے جس طرح الگ الگ دو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے پیوستہ ہو کر ایک حلقہ اور گویا ایک وجود بن گئیں۔

عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ ﷺ مَا اَکۡرَمَ شَابٌّ شَیۡخاً مِنۡ أَجَلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللہُ لَہٗ عِنۡدَ سِنِّہٖ مَنۡ یُّکۡرِمُہٗ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جوان کسی بوڑھے کا اس کے بڑھاپے ہی کی وجہ سے ادب واحترام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس جوان کے بوڑھے ہونے کے وقت ایسے بندے مقرر کر دے گا جو اس وقت اس کا ادب واحترام کریں گے۔ (جامع ترمذی)

مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت وحمایت

عَنۡ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَا مِنۡ اِمۡرِءٍ مُسۡلِمٍ یَخۡذُلُ اِمۡرَأً مُسۡلِماً فِیۡ مَوۡضِعٍ یُنۡتَہَكُ فِیۡہِ حُرۡمَتُہٗ وَیُنۡتَقَصُ فِیۡہِ مِنۡ عِرۡضِہٖ اِلَّا خَذَلَہُ اللہُ تَعَالٰی فِیۡ مَوۡضِعٍ یُحِبُّ فِیۡہِ نُصۡرَتَہٗ وَمَا مِنۡ اِمۡرِءٍ مُسۡلِمٍ یَنۡصُرُ مُسۡلِمًا فِیۡ مَوۡضِعٍ یُنۡتَقَصُ مِنۡ عِرۡضِہٖ وَیُنۡتَہَكُ فِیۡہِ مِنۡ حُرۡمَتِہٖ اِلَّا نَصَرَہُ اللہُ فِیۡ مَوۡطِنٍ یُحِبُّ فِیۡہِ نُصۡرَتَہٗ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو (بے توفیق) مسلمان کسی دوسرے مسلمان بندے کو کسی ایسے موقع پر بے یار ومددگار چھوڑے گا جس میں اس کی عزت پر حملہ ہو اور اس کی آبرو اتاری جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم رکھے گا' جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا اور جو (باتوفیق مسلمان) کسی مسلمان بندے کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت وآبرو پر حملہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اس کی نصرت کا خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)

عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ ﷺ اَلۡمُسۡلِمُ اَخُو الۡمُسۡلِمِ لَا یَظۡلِمُہٗ وَلَا یَخۡذُلُہٗ وَلَا یُحَقِّرُہٗ اَلتَّقۡوٰی ھٰهُنَا (وَیُشِیۡرُ اِلٰی صَدۡرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ) بِحَسۡبِ امۡرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنۡ یُحَقِّرَ اَخَاہُ الۡمُسۡلِمَ کُلُّ الۡمُسۡلِمِ عَلَی الۡمُسۡلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرۡضُہٗ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (لہٰذا) نہ خود اس پر ظلم و زیادتی کرے' نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لیے اس کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ نہ اس کی تحقیر کرے۔ (حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین دفعہ اشارہ فرمایا) ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔'' کسی آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے (یعنی اس پر دست درازی حرام ہے) اس کا خون بھی' اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدایت فرمانے کے ساتھ کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو حقیر وذلیل نہ سمجھے (لَا یُحَقِّرُہٗ) اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے جو یہ فرمایا کہ ''اَلتَّقۡوٰی ھٰهُنَا'' (تقویٰ یہاں سینے کے اندر اور باطن میں ہوتا ہے) اس کا مقصد اور مطلب سمجھنے کے لیے پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑائی' چھوٹائی' عظمت اور حقارت اور عزت وذلت کا دار ومدار ''تقویٰ'' پر ہے۔

Shangrila®

THE FOOD EXPERTS!

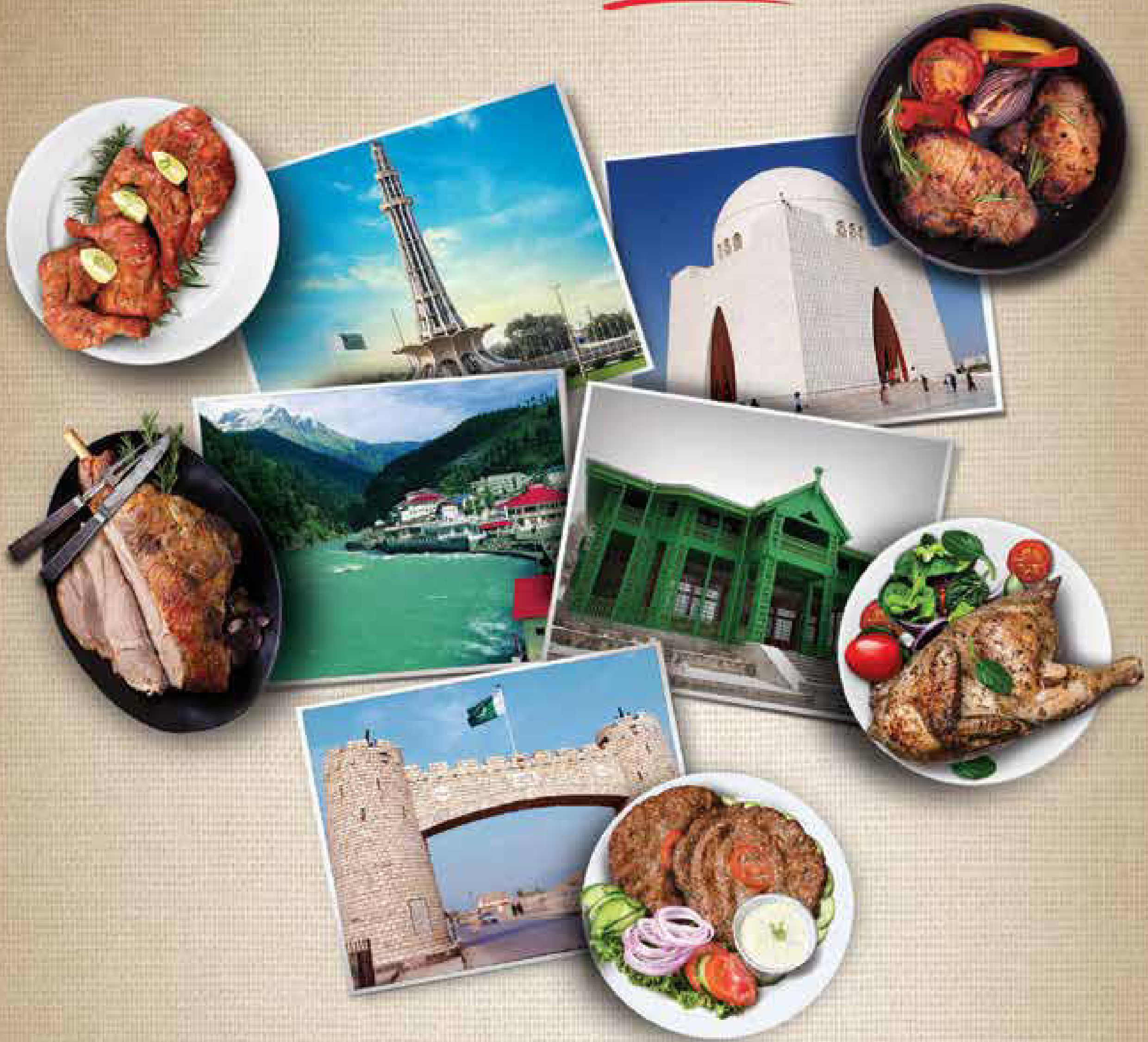

ZAIQE SOHNI DHARTI KE!

www.shangrila.com.pk | ShangrilaPakistan | ShangrilaPakistan

کامیابی کی کسوٹی

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے پیغام ہے اور مسلمانوں کو ان کا مقام بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ ہمت نہ ہارو، رنج مت کرو غالب تم ہی رہو گے، سربلند تم ہی رہو گے، بس اس مقام کی قیمت لے کر آؤ۔ غور و فکر کی بات ہے جب اللہ کا یہ پیغام آیا تو دنیا بھر میں مسلمانوں کی ایک بھی حکومت نہیں تھی، مسلمان صرف جزیرہ عرب تک محدود تھے، انتہا درجے کی تنگ دستی تھی، بہت زیادہ فقر بلکہ فاقوں کا دور تھا، جو کی روٹی، اونٹ کا گوشت ان کی غذا تھی، موٹا اور کھردرا لباس تھا، کچی مٹی کے بنے گھر اور بعضوں کے پاس خیمے تھے ایسی حالت میں یہ پیغام دیا گیا بلکہ یہ سمجھیے خوش خبری دی گئی کہ ہمت نہ ہارو رنج مت کرو سربلند تم ہی رہو گے۔

اس وقت کی دو سپر طاقتوں فارس اور روم نے ساری دنیا میں بندر بانٹ کی تقسیم کر رکھی تھی۔ پورا مشرق فارس کے زیر اثر تھا اور پورا مغرب روم کے زیر نگیں تھا۔ ساری دنیا ان دونوں سپر طاقتوں کے درمیان تقسیم تھیں۔ ان کی تہذیب کا جھنڈا لہرا رہا تھا، ساری دنیا انہی کے زیر اثر تھی، انہی کا سکہ چل رہا تھا۔ یہ مٹی کو ہاتھ لگاتے تو سونا بن جاتا تھا، خوش حالی، فراوانی تھی۔ یوں لگا کرتا ساری دنیا ان کے زیر اثر ہو کر رہ گئی ہو۔ ایسے حالات میں سربلندی اور کامیابی کی خبر انہیں مل رہی تھی، جو بالکل خالی ہاتھ تھے۔

بہ ظاہر یہ پیغام آج کے مسلمانوں کے لیے ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ دنیا بھر میں درجنوں مسلم ممالک ہیں اور ان کے پاس کیسے کیسے بڑھیا وسائل ہیں، کتنا مال ہے اور دولت کی کیسی بہتات ہے۔ فوجی قوت، سامان حرب بھی ماضی میں کبھی ایسا نہ رہا، جتنا آج مسلمانوں کے پاس ہے۔ ایسے میں بالکل یہی لگ رہا ہے کہ یہ پیغام دراصل ہمارے لیے ہونا چاہیے تھا کہ مسلمانو! ہمت نہ ہارو رنج مت کرو سربلند تم ہی رہو گے۔ لیکن صورت حال ایسی ہے کہ مسلمان جتنا وسائل کے لحاظ سے ترقی کرتے جا رہے ہیں ذلت و پستی میں گرتے جا رہے ہیں۔

دراصل جب بھی مسلمانوں کی پستی کا ذکر آتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ مادی وسائل، معاشی طور پر اور عسکری لحاظ سے جدید ترقیاتی نظام میں مسلمان ابھی بھی کفار سے پیچھے ہیں اس لیے ذلت و پستی میں ہیں۔ ان کے پاس اور قوت ہونی چاہیے۔ اور دولت، مزید وسائل، زیادہ اسلحہ، ٹینک میزائل تاکہ کفر کا مقابلہ کر سکیں

جب کفار کے غلبے ان کی طاقت کی بات ہو تو بھی نظر انہی ظاہری وسائل پر جاتی ہے۔ اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ کفار کے پاس بے تحاشا وسائل ہیں۔ اتنے کہ مسلمان سوچ بھی نہیں سکتے۔

حالاں کہ سچ یہ ہے کہ اہل کفر کے ہاں غلبے کا معیار اور اسباب کچھ اور ہیں اور مسلمانوں کے نظریے میں غلبے کے اسباب کچھ اور ہیں۔ مسلمان ظاہری وسائل اور اسباب کا انکار نہیں کرتے لیکن ان کے ہاں کامیابی اور غلبے کی بنیاد ایمان ہے۔ جس دور میں یہ پیغام دیا گیا تھا، اس دور کے مسلمانوں کا ایمان ایسا لازوال تھا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

یہ پیغام تھا تو مسلمانوں کے لیے لیکن اسے سمجھا دراصل کفار نے، اس لیے انہوں نے مسلمانوں کا ایمان کمزور کرنے پر محنت شروع کر دی کہ جس قدر ہو سکے، مسلمانوں کو ایمانی اسلامی زندگی اور اس حقیقت سے دور رکھو، جس قدر ہو سکے ان کی اولاد کو ان کی نسلوں کو ان کے معاشرے اور سوسائٹی کو اسلام ایمان کی حقیقت سے دور رکھو۔ یہی ان کی ذلت اور پستی کی بنیاد ہے۔ وہ ایمان کی قدر و قیمت پہچان گئے، انہوں نے مسلمانوں کی نسل کے مطلوبہ نتائج ذہن میں رکھ کر ذہن سازی شروع کر دی، چناں چہ آج دنیا کے تمام اسلامی ممالک کی طرف دیکھ لیا جائے جہاں جتنے وسائل زیادہ ہوں

گے، وہاں ایمان اتنا ہی کمزور ہو گا، کفار نے اس ذہن سازی کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور انہوں نے مسلمانوں کی ایسی نسل تیار کی جس کے ہاں اسلام ایمان کی قدر و قیمت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور جب تک مسلمان ایمان اور اسلام کی حقیقت سے دور رہے گا، مسلمان دنیا میں کبھی بھی عزت اور غلبہ کی بنیاد پر زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہی اللہ کا پیغام ہے کہ تمہاری سربلندی اور تمہارا غلبہ اس کی سب سے بڑی طاقت اور قیمت تمہارا ایمان ہے بشرطیکہ تمہارے پاس ایمان کی حقیقت ہو۔

مسلمانوں کی پستی کی وجہ ایمان کی حقیقت سے محرومی ہے اور یہ حقیقت اللہ بتا رہا ہے اور ماضی میں ہمارے اسلاف کی عزت اور غلبے کا ڈنکا بجا ہے تو سچی بات یہی ہے کہ ان کے پاس اگر کوئی طاقت تھی تو وہ یہ تھی کہ وہ ایمانی زندگی سے ایک انچ کے لیے بھی دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ اعلان کر رہے ہیں لوگو! آج جو ہم عزت اور غلبے کی ان بلندیوں پر کھڑے ہیں، اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں، کوئی ہنر نہیں، کوئی معاشی ظاہری ترقی نہیں، صاف اعلان کر رہے ہیں کہ ہم جو کچھ آج یہاں ہیں اسلام کی بدولت ہیں۔ اور قیامت تک کے انسانوں کو یہ سنا گئے کہ اگر تم ایمانی اسلامی زندگی کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چل پڑے، تم نے ترقی کا معیار کچھ اور بنالیا تو تمہیں ذلت اور پستی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

مسلمانوں سے یہ جو کہا گیا ہے تم غالب رہو گے تو ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ان کنتم مومنین اگر تم پورے ایمان والے ہو۔

ایک طشتری میں دو سیب رکھے ہوں۔ ایک اصلی سیب اور اور دوسرا نقلی سیب پلاسٹک یا کسی اور چیز سے بنا، دور سے بہ ظاہر دونوں ایک جیسے نظر آتے ہیں، لیکن جب دونوں کو ہاتھوں میں اٹھائیں تو زمین و آسمان کا فرق ہے ایک جو واقعی سیب ہے اس میں رنگت ہے، خوشبو ہے، اس میں طاقت ہے، اس میں ذائقہ ہے اور جو نقلی ہے اس میں ان چیزوں میں سے اگر کچھ ہے تو بس رنگت اور چمک دمک ہی ہے اور کچھ بھی نہیں تو حقیقی مسلمان اور مردم شماری کے مسلمانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نام کے صاحب ایمان اور حقیقی صاحب ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نقلی شیر ہو ناں نام تو اس کا بھی شیر ہے لیکن معصوم بچہ بھی اسے اپنی ٹھوکر سے گرا دے۔ اور ایمان کا صرف نام رہ جائے تو دنیا کے چند ٹکوں سے بھی اس مسلمانوں کو بیچا اور خریدا جا سکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مفادات کے سامنے بھی یہ بکتا اور فروخت ہوتا نظر آئے گا اور دنیا میں آج ایسے کئی سارے مسلمان ہیں جو بہت آسانی سے مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکتے ہیں۔ ان کی گنتی کوئی تھوڑی نہیں ہے۔ لیکن ایمان اسلام کی حقیقت ہو دنیا کی ساری منڈیوں کی دولت مل جائے تو اسے نہیں خریدا جا سکتا۔ ایمان بڑی چیز ہے۔ ایمان والو اللہ کہہ رہے ہیں میں تمہاری مدد اور نصرت کے لیے کھڑا ہوں اس جہان میں نہیں اس دنیا میں۔ بتائیے مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت ہو پھر یہ ذلیل و رسوا ہوں لیکن اللہ نے ایک قیمت مانگی ہے۔ میں ایمان والوں کی مدد کروں گا لیکن ایمان تو ہو۔

ایک شخص آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجھے کیسے پتا چلے گا کہ ایمان ہے یا نہیں صحت مند ہے کمزور ہے طاقت ور ہے ایمان ہے یا نہیں۔ یہ سوال کر کے در اصل اس شخص نے امت پر احسان کر دیا کہ اللہ کے نبی ﷺ سے وہ علامت جان لی وہ پیمانہ اور معیار پتا کر لیا کہ امت اپنا ایمان اس پیمانے پر پرکھ سکتی ہے۔ اس آئینے میں اپنی ایمانی زندگی دیکھ سکتی ہے۔ سوال یہ تھا کہ ایمان کا کیسے پتا چلے گا تو پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اللہ کا کوئی حکم پورا کر لے اللہ کی فرماں برداری کر لے اللہ کے حکم کی تعمیل کر لے تیرے اندر خوشی آجائے۔ جیسے کوئی دولت مل گئی ہو کامیابی مل گئی ہو سرمایہ ہاتھ آ گیا ہو اندر سے خوشی محسوس ہوئی ہو اور اگر تجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے کوئی خطا اور گناہ ہو جائے تو کوئی اللہ کا حکم توڑ بیٹھے تو تو پریشان ہو جائے تو بے چین ہو جائے تجھے چین نہ آئے، اللہ کا حکم اس کی نافرمانی، بادشاہوں کے بادشاہ کے ساتھ میرا یہ معاملہ اتنے بڑے محسن کے ساتھ میرا یہ معاملہ جب تک توبہ نہ کر لے چین نہ آئے یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا اپنی زندگی دیکھ لو اگر یہ دونوں علامات زندگی میں موجود ہیں کہ نیکی کرنے پر خوشی ہو رہی ہے اور گناہ کرنے پر بے چینی شرمندگی اور ندامت ہو رہی ہے تو سمجھ لو اللہ نے تجھے ایمان کا نور دے رکھا ہے۔ تجھے ایمان کی حقیقت نصیب ہے۔

اور جہاں ایمان اسلام کی حقیقت نہیں ہوتی صرف نام مسلمانوں کا اور مرنے کے بعد جنازہ ہو جائے، بس مردم شماری میں مسلمان ہوتا ہے اور ایمان اسلام کی حقیقت نہیں ہوتی، حقیقت میں اندر نفاق ہوتا ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی علامت بتائی کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اسے وہ اتنا معمولی لیتا ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھی اڑا دی۔ فرمایا یہ اندر میں نفاق ہے یہ ایمان اسلام کی حقیقت سے محروم ہے۔ اور اب تو معاملہ اس سے بھی سنگین ہے، بھائی کہ صرف گناہ کو معمولی نہیں لیتا اب تو اللہ کی نافرمانی اس کے ہاں عزت کا سامان بن گیا گناہ اسٹیٹس بن گئے گناہ فخر کی چیز ہو گئی۔ گناہوں میں ترقی سمجھ بیٹھا یہ اللہ کی نافرمانی میں کامیابی سمجھ بیٹھا معاملہ اس سے بھی سنگین ہے اور پھر مسلمان یہ امید رکھے کہ میری ذلت کی گھڑیاں ختم ہو جائیں پستی کے دن ختم ہو جائیں ہمارے حالات بہتر ہو جائیں یہ اللہ کا پیغام بھولے بیٹھا ہے اور من حیث الامت من حیث القوم اللہ کے اس پیغام کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ جو اللہ نے یہ قرآن میں بتایا وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔ ہمت نہ ہارو رنج مت کرو سربلند تم ہی رہو گے شرط یہ ہے قیمت چکا دو بھائی قیمت لے آؤ ایمان کی حقیقت لے آؤ پھر میری مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔

یہی اللہ کا پیغام ہے اور سچ یہ ہے کہ مسلمان اس مقام کے لیے ہی اس دنیا میں آیا تھا دنیا میں اس کا اسلام اور اس کا دین بھی غالب ہونے کے لیے آیا ہے اور مسلمان بھی دنیا میں غالب ہونے کے لیے آیا تھا ذلت و رسوائی اور پستی کے لیے یہ مسلمان پیدا نہیں ہوا تھا لیکن مسلمان اللہ کے اس پیغام کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس ایمان کی حقیقت بھی نصیب فرما دے اور اس ایمان کی حقیقت کے لیے اور دین کی سربلندی کے لیے اللہ ہماری صلاحیتیں اور وسائل بھی قبول فرمائے۔ آمین

گزشتہ دنوں ایک شادی میں جانا ہوا۔ وہاں دو اہم معاشرتی مسائل کی اہمیت کا بہت شدّت سے احساس ہوا۔

مفتی محمد نعمان علی

پہلا مسئلہ

مسئلے کے ذکر سے پہلے اس کے پس منظر پر نظر ڈالتے ہیں' ہمارے میزبان کی دو بہنوں کی شادی تھی۔ میزبان اکیلے کمانے والے ہیں' خود بھی تین بچوں کے باپ ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں اُن سے جس قدر ہو سکا' بہنوں کی شادی کے انتظامات کیے' جہیز' کپڑے' شادی ہال اور کھانا وغیرہ کے انتظامات۔

یقیناً بیٹیوں اور بہنوں کی ضروریات کا خیال رکھنا' ان کے مناسب جگہ رشتے کرنا' ان پر اپنا مال خرچ کرنا' شادی کے بعد بھی ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور حسن سلوک کرتے رہنا' یہ تمام اعمال جنت میں داخلے کا سبب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش اور ان کی دیکھ بھال کی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو کس قدر فکر تھی۔ بطورِ مثال ایک حدیث اور ایک صحابی کا واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ مسند احمد کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں' یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں' پھر وہ شخص ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔'' مسند احمد۔الرسالۃ (71/674)

ایک اور حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ ذکر ہے کہ ''انھوں نے کنواری لڑکی کی بجائے ثیّبہ (شادی شدہ مطلقہ خاتون یا بیوہ عورت کو کہا جاتا ہے) سے نکاح کر لیا' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ کنواری سے شادی کیوں نہیں کی؟ انھوں نے عرض کیا: میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں اور نو بہنیں چھوڑی ہیں۔ ثیّبہ سے اس لیے شادی کی ہے' تاکہ وہ بہنوں کی دیکھ بھال کر سکے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا' تم نے ٹھیک کیا (یعنی ایسی حالت میں ثیّبہ سے نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے' تاکہ نو عمر بچیوں کی تربیت ہو سکے) صحیح بخاری 1/402 مفہوم الحدیث۔

فضیلتیں اپنی جگہ ثابت ہیں' ان کے حصول کی ہر شخص کو فکر و کوشش بھی کرنی چاہیے' لیکن معاشرے کے افراد سے ایک شکوہ ہے' وہ یہ کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں' جو اپنے گھر کے واحد کفیل ہیں ان کے اپنے بیوی بچے ہیں' بہنوں اور چھوٹے بھائیوں کی پرورش کی ذمے داریاں ان کے کاندھوں پر ہیں' ان تمام ذمے داریوں کو نبھانا آسان کام نہیں' لیکن ہمارا معاشرہ ان کے مصائب میں غلط سوچ اور فضول رسم و رواج کی وجہ سے مزید اضافہ کر دیتا ہے۔

ہمارا مزاج یہ بن چکا ہے کہ جب تک لڑکی کو اچھا جہیز نہ دیا جائے' لڑکی کی سسرال میں قدر نہیں ہوتی' اسے طعنے دیے جاتے ہیں۔ شادی میں عمدہ اور متعدّد پکوان نہ ہوں تو ایسی شادی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ شادی ہال اچھا نہ ہو تو اس پر باتیں سننے کو ملتی ہیں' مالی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے اگر پورے گھرانے کی بجائے دو افراد کو بلایا جائے تو شادی میں شرکت ہی نہیں کرتے اور بعض اوقات رشتے تک ختم کر دیتے ہیں۔ شادی میں مہندی' مایوں اور دیگر خرافات پر مبنی رسوم نہ ہوں تو اس کو شادی کی بجائے میّت کا گھر قرار دیا جاتا ہے۔ ان تمام مسائل کی وجہ سے اپنے بچوں' بہنوں کی شادی کرنے والا باپ' بھائی چار و ناچار یہ تمام رسوم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے سر پر قرض کا بارِ گراں ہو جاتا ہے۔

حالاں کہ یہ تمام رسوم اور غلط رویّے ہماری شریعت کی رو سے ناجائز ہیں' اگر ہم اپنا رویّہ درست کر لیں' غلط رسوم کو ختم کر کے ایک مسلمان ہونے کے ناطے عہد کر لیں کہ اپنی خوشی اور غمی کے موقعوں پر اسلامی احکام پر عمل کریں گے۔ تمام غیر اسلامی رسوم سے مکمل احتراز کریں گے' اگر خاندان میں کہیں شادی ہوئی تو صاحبِ خانہ کی حسبِ وسعت مدد کریں گے۔ مالی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی شخص شادی بیاہ کا پروگرام محدود پیمانے پر کر رہا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ غلط جملوں کے استعمال سے گریز کریں گے۔ عام طور پر طعن و تشنیع عورتوں کی طرف سے زیادہ ہوتی ہے' اس لیے خواتین کے سرپرستوں کی شرعی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ اپنی خواتین کی تربیت کریں' انھیں دینی احکام سے مطلع کریں' غیر شرعی باتوں کو ہرگز درگزر نہ کریں' کیوں کہ اگر ایک مرتبہ کسی غلط بات کی عادت بن جائے تو پھر مشکل سے چھوٹتی ہے۔

اسی طرح شادی بیاہ کرنے والوں کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر زیادہ توجہ دیں' خاندانی یا معاشرتی رواج کی وجہ سے احکامِ شریعت کو پامال نہ کریں' حتی الامکان قرض لینے سے گریز کریں۔ لوگوں کے طعنے کے خوف سے حلال حرام نہیں ہو جاتا' اس لیے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں۔ دکھاوے سے بچتے ہوئے جتنی وسعت ہو' اسی حساب سے انتظامات کریں۔

دوسرا مسئلہ

ہماری نوجوان نسل کی غفلت ہے۔ دیکھا جا رہا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو وقت کی اہمیت کا احساس نہیں رہا' جب سے سوشل میڈیا کا چلن عام ہوا ہے' تب سے دینی بے راہ روی بڑھتی جا رہی ہے۔ شادی بیاہ اور دیگر پروگراموں میں سارا زور تصویریں کھینچنے' سیلفیاں بنانے میں صرف ہو رہا ہے۔ ہماری غمی' خوشی کے طور طریقے یکسر تبدیل ہو گئے ہیں۔ گفتگو کے آداب تک سے ہم بیگانہ ہو چکے ہیں۔ ایک کمرے میں چار افراد بیٹھ جائیں' آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنے لوگ ہیں' جو ایک دوسرے کی باتوں کو دل چسپی سے سن رہے ہوتے ہیں' کتنے لوگ ہیں جو موبائل میں خبروں یا واٹس ایپ اور فیس بک پر آئی ہوئی پوسٹوں اور ویڈیوز دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں یا ان کے میسج کا جواب دینے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان چیزوں میں مشغولیت کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل پڑھنے لکھنے سے دور ہوتی جا رہی ہے' اداروں میں قابل لوگوں کا فقدان ہے۔ ہر چیز میں غیروں کے ہم محتاج ہوتے جا رہے ہیں۔ خاندانی نظام تباہ ہوتا جا رہا ہے' ایک دوسرے کے مسائل سے دل چسپی ختم ہوتی جا رہی ہے۔

حالاں کہ نوجوان ملک و ملّت کا سرمایہ ہوتے ہیں' انقلاب اور بڑی بڑی تبدیلیاں نوجوانوں کے کردار سے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان نسل کو اس گم راہی سے بچایا جائے' سرپرستوں کی ذمے داری ہے کہ ان کی مناسب نگرانی کریں' وقت کی اہمیت کا انھیں احساس دلائیں' اولاد کو ان کے حال پر چھوڑنے سے نظام اور برباد ہو گا۔ بحیثیت مسلمان ہم پابند ہیں' یورپ کی بے راہ روی پر مشتمل نعرہ ''آزادی'' کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کو انتہائی محدود کر دیا جائے' گھر کے سرپرستوں کی ذمے داری ہے کہ جو بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں' انھیں ہرگز اسمارٹ فون کے استعمال کی اجازت نہ دیں۔ اگر تعلیمی مقصد کے لیے کبھی ضرورت پیش آ جائے تو سرپرست اپنی نگرانی میں اپنا ذاتی فون استعمال کرنے کی اجازت دے۔ گھر کے مجموعی ماحول کو دین دار و دوست نما رکھیں۔

حقوق العباد

عبدالغنی

حقوق دو قسموں کے ہوتے ہیں:

- حقوق اللہ
- حقوق العباد

حقوق اللہ:

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے ذریعے اپنے سارے حقوق بندوں کو بتا دیے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور تمام وہ کام کرو جس کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے۔

حقوق العباد:

عباد جمع ہے عبد کی، جس سے مراد ہے انسان یا بندہ۔ اس طرح حقوق العباد کا مطلب ہے ،بندوں کے ضروری حقوق

حقوق العباد میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات و نسل، ہر درجے اور ہر حیثیت کے انسانوں کے حقوق آجاتے ہیں۔ اگر ہم اپنوں کے حقوق ادا کرتے ہیں تو اس کے ساتھ غیروں کے حقوق بھی ادا کرنے چاہییں۔ ملازم اگر مالک کی خدمت اور کام کرے تو مالک کو بھی ملازم کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

والدین اگر اولاد کے لیے اپنی زندگی کی ہر آسائش ترک کر دیں تو اولاد بھی ان کی خدمت اور عزت میں کمی نہ کرے۔

اسلام نے پوری انسانیت کو اسی چیز کی تعلیم دی ہے۔ چناں چہ اسی باعث بعض دانشوروں کا قول ہے کہ دین اسلام کا خلاصہ دو چیزیں ہیں ''حقوق اللہ اور حقوق العباد۔''

حقوق العباد میں مختلف حیثیت اور درجات کے لوگوں کے حقوق آجاتے ہیں۔ جب ہم انسانی حقوق کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں مخصوص قسم کے لوگوں کے حقوق نہیں آتے بلکہ اس سے مراد پوری انسانیت ہوتی ہے۔ اسلام نے پوری انسانیت کے حقوق ادا کرنے پر اس قدر زور دیا ہے کہ گویا اس کے مقابلے میں دوسرے مذاہب میں کچھ نہیں کہا گیا اور اسی حقوق العباد جیسی نمایاں اور غیر معمولی صفت کی وجہ سے مسلمان قوم کو بہترین امت کہا گیا ہے۔

مسلمان اس لیے سب سے بہترین امت ہیں کیوں کہ وہ لوگوں کو نیکی کی ہدایت دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں یہ ضابطہ بتلاتے ہیں کہ میں اپنے حقوق میں کمی پیشی معاف کر دوں گا مگر بندوں کے حقوق کی معافی نہیں دے سکتا، ان کے حقوق میں ان ہی سے معافی مانگنا لازم ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ جگہ حقوق العباد کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے بلکہ بعض مقامات پر اس امر کو ایسی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے باعث فقہاء کرام حقوق العباد کو حقوق اللہ پر مقدم کرتے ہیں۔ چناں چہ ایک حدیث شریف میں بہت سخت وعید مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ: ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو۔

ارشاد فرمایا: نہیں۔ بلکہ میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکاۃ اور دیگر اعمال لیکر آئے گا اور اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی کو تہمت لگائی ہوگی۔ کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ اس کی نیکیوں میں سے کچھ کسی مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ کچھ کسی کو۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

ذرا تصور کریں! کہ روز محشر جب لوگ ایسے شخص سے اپنا حق لینے آجائیں! ان میں کسی سے اس نے جھوٹ بولا ہو۔ کسی کی چغلی کھائی ہو۔ کسی کی غیبت کی ہو۔ کسی پر بہتان لگایا ہو۔ کسی کا مذاق اڑایا ہو۔ کسی پر ظلم کیا ہو۔ کسی کا مال ناحق کھایا ہو۔ کسی کو دھوکا دیا ہو۔ وہاں یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہی اپنے حق کے بدلے اس کی تمام نیکیاں لے جائیں اور باقی لوگ اپنے حق کی تلافی کے لیے اپنے اپنے گناہ آپ کے کھاتے میں ڈالتے جائیں۔ اس کا کیا عالم ہوگا!!

لہٰذا ہمیں حقوق العباد ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور موت سے پہلے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے حق ادا کرنا ممکن نہ ہو تو صاحب حق سے التجا کرکے حق معاف کروانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ قیامت کے دن اس طرح کی رسوائی اور خسارہ نہ اٹھانا پڑے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کامل مسلمان بننے کے لیے ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کل ساری نیکیاں بندوں کے حقوق ادا کرنے میں دینی پڑ جائیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''عبادات ضرور کیجیے مگر معاملات پر خاص توجہ دیجیے، کعبے کے چکر لگانے سے لوگوں کو دیے ہوئے چکر معاف نہیں ہوتے۔''

آج کل ہر طرف حقوق العباد کو پامال کیا جا رہا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے حقوق ہی سے ناآشنا ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر شخص اپنے حقوق کا متقاضی نظر آتا ہے۔ لیکن دوسروں کے حقوق کرنے کے بارے میں غافل۔

ایک دانشور کا قول ہے: ''اگر ہم اپنے فرائض ادا کرنا شروع کر دیں تو ہمارے حقوق کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا کیوں کہ ہمارے فرائض دوسروں کے حقوق ہیں۔''

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
روح پرور لمحات Perfect
عود الحرم کے ساتھ
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
عود الحرم
oudh al haram
LA PERFUME
Dry
300 ml e
Manufactured by:
Perfect Aerosol Industries (Pvt) Ltd.
perfectairfreshener PFreshener www.se.com.pk

حضرت شیما رضی اللہ عنہا

ندا اختر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچپن بنو سعد میں گزارا تھا۔آپ کو سیدہ حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما بنت حارث سعدیہ تھیں۔اللہ کے رسول بچپن میں حضرت حلیمہ کی اولاد کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جاتے۔آپ کی رضاعی بہن شیما آپ کو اپنی گود میں اٹھاتیں۔

شام کے وقت جب خواتین کھانا پکانے میں مصروف ہوتیں تو بہنیں اپنے بھائیوں کو اٹھا کر باہر لے جاتیں۔ ہر بہن کا خیال یہ ہوتا کہ میرے بھائی سے زیادہ پیارا زمانے میں کوئی نہیں، جس کے بھائی کا رنگ پیارا ہوتا، وہ کہتی رنگ نہیں تو کچھ بھی نہیں، جس کے نقوش تیکھے ہوتے تو وہ کہتی رنگ کا کیا ہے حسن تو نقوش میں ہوتا ہے۔ جس کی آنکھیں خوب صورت ہوتیں، وہ کہتی میرے بھائی کی جھیل جیسی آنکھیں تو دیکھو! بس ابھی یہی تذکرہ چل رہا ہوتا۔ بچیاں اپنے اپنے بھائیوں کی تعریفوں میں مصروف ہوتیں، اتنے میں حضرت شیما اپنے بھائی محمد کو اٹھا کر لے آتیں اور دور سے کہتیں: ”میرا بھائی بھی آگیا۔“ یہ سنتے ہی سب کے سر جھک جاتے، وہ کہتیں نہیں نہیں شیما تیرے بھائی سے کسی کا مقابلہ نہیں، ہم تو آپس میں بات کر رہے ہیں۔ اور پھر سب کسی کے بھائی کو متفقہ طور پر کہہ دیں کہ تیرا بھائی ہی سب سے پیارا ہے پس پھر اس کے فخر کا کیا عالم ہوگا، پھر ان کا ذوق آسمان کو چھونے لگتا پھر حضرت شیما اپنے بھائی کو اپنی آغوش میں لے کر چومتیں، پیار کرتیں، جھولا جھلاتیں، لوریاں دیتیں سائے میں بٹھاتیں اور کہہ اٹھتیں۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدَا
حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَأَمْرَدَا

”اے ہمارے رب! محمد کو لمبی زندگی عطا کر، تاکہ میں آپ کو بڑا ہوتے اور نوجوانی کی حالت میں دیکھوں۔“

ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا مُّسَوَّدا
وَاَکْبِتْ اَعَادِیَهِ مَعًا وَالْمُحَمَّدَا

”پھر میں آپ کو قوم کے سردار کی حیثیت سے دیکھو، اے ہمارے رب! آپ کے تمام دشمنوں اور حاسدوں کو نامراد کر دے۔“

وَأَعْطِهِ عِزًّا یَّدُومُ أَبَدَا

”(اے اللہ) آپ کو ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔“

حضرت شیما کی یہ لوریاں اور یہ دعائیں قبول ہوئیں۔اللہ تعالیٰ نے سید الاوّلین والآخرین محمدؐ کو کائنات کا امام بنا کر مبعوث فرمایا۔آپ نے بنو سعد میں فصیح عربی زبان سیکھی اور کچھ عرصے بنو سعد میں گزارنے کے بعد واپس اپنی والدہ کے پاس مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔آپ کو اپنا بچپن اپنے رضاعی والدین، بہن بھائی ان کی محبت اور ان کا پیار عمر بھر نہیں بھولا۔

پھر جب غزوہ حنین ہوا تو بنو سعد جو اصل میں ہوازن قبیلے سے ہیں۔ یہ بھی مشرکین کے ساتھ آئے اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ میں شرکت کی غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے بالآخر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تو اس جنگ میں 6ہزار قیدی، 42ہزار اونٹ، 04ہزار بکریاں قبضے میں آئیں۔ تو یہ لوگ اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے قبیلے کے سردار ایک ایک گھر سے فدیہ کے لیے رقم جمع کر رہے ہیں۔ چلتے چلتے حضرت شیما کے گھر بھی پہنچے اور جا کے کہا کہ اتنا حصہ آپ کے ذمے بھی آتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: کس لیے؟ کہا جو جنگ ہوئی ہے اس میں ہمارے اتنے لوگ گرفتار ہوگئے ہیں انہیں چھڑانا ہے۔ باتوں ہی باتوں میں کسی کی زبان پر حضورؐ کا نام آگیا تو شیما نے کہا اچھا تو انہوں نے تمہارے لوگ پکڑے ہیں تو پھر تم رقم اکٹھی نہ کرو مجھے ساتھ لے چلو۔ انہوں نے کہا تمہیں ساتھ لے چلیں؟ حضرت شیما نے کہا تم نہیں جانتے وہ میرا بھائی لگتا ہے۔ قوم کے سرداروں کے ساتھ حضرت شیما حضور کے خیمے کی طرف بڑھیں، صحابہ کرام تلواروں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے۔ پس حضرت شیما قوم کے سرداروں کے ساتھ آگے بڑھنے لگیں تو صحابہ نے تلواریں سونت دیں اور کہا رک جاؤ دیہاتی عورت جانتی نہیں آگے حضور ﷺ کا خیمہ ہے؟ تو حضرت شیما نے فرمایا میری راہیں چھوڑ دو تمہیں معلوم نہیں میں تمہارے نبی کی بہن لگتی ہوں۔ تلواریں جھک گئیں۔ آنکھوں پر پلکوں کی چلمنیں آگئیں راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت شیما حضورؐ کے خیمے میں داخل ہوتے ہی کہنے لگیں۔ اللہ کے رسول میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ نے پوچھا۔

وَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ؟ اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟ شیما نے عرض کیا۔ میری پشت پر دانت سے کاٹنے کا ایک نشان ہے یہ آپ نے اس وقت کاٹا تھا، جب میں آپ کو پشت پر اٹھائے ہوئے تھی۔

حضورؐ نے علامت پہچان لی اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمایا بہن کیسے آنا ہوا؟ آپ کے لوگوں نے ہمارے کچھ بندے پکڑے ہیں چھڑانے آئی ہوں، حضرت شیما نے کہا۔

حضورؐ نے فرمایا: بہن تو نے زحمت کیوں کی پیغام بھیج دیتیں تو میں یوں ہی چھوڑ دیتا۔ لیکن تم آگئی ہو اچھا ہوا ملاقات بھی ہوگئی پھر آپؐ نے حضرت شیما کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور ارشاد فرمایا: اِنْ اَحْبَبْتُ مَا أَتِيمِي عِنْدَنَا مُحَبَّةً مَكْرَمَةً۔ ”اگر تم پسند کرو تو میرے پاس رہو تمہیں بڑی چادر اور عزت دی جائے گی۔

وَاِنْ اَحْبَبْتِ اَنْ اُمَتِّعَكَ وَتَرْجِعِيْ اِلٰی قَوْمِكِ فَعَلْتُ۔ ”اور اگر تم پسند کرو کہ میں تمہیں ساز و سامان دے دوں اور تم اپنی قوم میں واپس چلی جاؤ تو میں یہ بھی کر دوں گا۔“

حضرت شیما کہنے لگیں: ”آپ مجھے کچھ ساز و سامان دے دیجیے اور مجھے اپنی قوم میں واپس بھیج دیجیے۔“

پھر حضور ﷺ نے ان کے قیدی آزاد کر دیے اور انہیں تین غلام، ایک باندی کچھ اونٹ اور چند بکریاں عنایت فرمائیں۔

پھر رخصت کرنے خیمے سے باہر آئے تو صحابہ کرامؓ کی جماعت منتظر تھی۔ فرمایا صحابہ جب میں قیدی چھوڑا کرتا ہوں تو میری عادت تمہیں معلوم ہے کہ میں پہلے تم سے مشاورت کیا کرتا ہوں آج ایسا موقع آیا کہ میں نے تم سے مشاورت بھی نہیں کی اور قیدی بھی چھوڑ دیے۔ صحابہ نے کہا جو چاہیں آپ کریں لیکن مشاورت کیوں نہیں فرمائی، حضور اگر ارشاد فرما دیں! حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس لیے کہ میرے دروازے پر میری بہن آگئی تھی۔

حصہ دوم

ذیابطیس

حکیم شمیم احمد

ہمارا لبلبہ

اگر ہمارے جسم کا کوئی عضو بھی ہماری بے احتیاطی ’لاپرواہی‘ سستی اور کاہلی کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دے ‘یعنی اس کی فیزیالوجی خراب ہو جائے تو اس کو پرہیز کروا کر چند دن آرام پہنچائیں ‘اس کے بعد اس کو چونکائیں ‘تاکہ وہ پھر سے کام کرنے پر آمادہ ہو جائے اور ایسی غذاؤں اور دواؤں کا انتخاب کریں کہ وہ پھر سے متحرّک ہو جائے۔ شوگر کے حوالے سے اس وقت موضوعِ بحث لبلبہ ہے۔ اگر کثرت سے شیرینی اور نشاستہ استعمال کرنے ‘چہل قدمی اور ورزش نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا لبلبہ تھک چکا ہو تو غذا میں سے شکر کا استعمال بالکل ترک کر دینا چاہیے۔ ورزش کے ذریعے اپنے جسم کو متحرّک رکھیں۔ چند دنوں میں آپ کا لبلبہ انسولین بنانے لگے گا ‘اس کے علاوہ فروٹ کی مٹھاس استعمال کر کے آپ اپنے لبلبہ کو چونکائیں ‘تاکہ اس کی قوتِ کارکردگی میں اضافہ ہو ‘وقتاً فوقتاً (آر بی ایس / ایف بی ایس) ٹیسٹ کرواتے رہیں ‘اس سے آپ کو ذھنی سکون اور دل کا اطمینان حاصل ہو گا۔

لبلبہ کا ٹیسٹ

لبلبہ کا ٹیسٹ کراوائیں اور رپورٹ بہتر آ جانے کے باوجود غذاؤں میں احتیاط ‘چہل قدمی اور ورزش نہ چھوڑیں ‘دوائیں باقاعدگی سے جاری رکھیں ‘پھلوں کی مٹھاس کا استعمال رکھیں جو آپ کو کمزور نہیں ہونے دے گا۔ اگر لبلبہ کی ساخت اناٹمی خراب ہو جائے تو پھر ادویات سے علاج ممکن نہیں ‘اس کی پیوندکاری کی جا سکتی ہے۔

نوٹ : شکر کا استعمال کثرت سے کر کے اپنے لبلبہ کے ساتھ زیادتی نہ کریں ‘تاکہ پیوندکاری کی نوبت ہی نہ آئے۔

فالسہ کرے ذیابطیس میں افاقہ

فالسے کے درخت کا چھلکا پانچ گرام اور مصری تین تولہ لیں ‘چھلکے کو مٹی کے پیالے میں رات بھر بھگو دیں ‘صبح کو مل چھان کر مصری شامل کر کے مریض کو پلائیں۔ چار پانچ روز کے متواتر استعمال سے ذیابطیس میں فائدہ ہو گا۔

ہمارے اسلاف کا طریقہ

اکثر دوست احباب نے سوال کیا ہے کہ ٹینشن اور ذھنی دباؤ کو کیسے دور کیا جائے ‘تاکہ شوگر کا مرض ہی لاحق نہ ہو۔ آجکل لوگ اپنا اسٹیٹس بنانے کے چکر میں اپنے شب و روز کا چین و سکون کھو بیٹھتے ہیں قرض لے کر اپنا اسٹیٹس بنانے میں کامیاب تو ہو جاتے ہیں ‘ان کی خوب واہ واہ بھی ہونے لگتی ہے ‘لیکن صحت کے معاملے میں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ہمارے اسلاف قناعت پسند تھے ‘جو میسر آ جاتا تھا ‘اس پر صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے ‘اس لیے وہ شوگر ‘بلڈ پریشر اور دل کے امراض سے محفوظ رہتے تھے۔

آم کی گٹھلی کرے دست دور

آم کی گٹھلی کا مغز اور مغزِ جامن مساوی سفوف بنائیں ‘خوراک چار ماشہ ہم راہ آب تازہ دیں۔
ذیابطیس ‘جِریان اور خونی دستوں میں مفید ہے۔

میرا ذاتی تجربہ اور زندگی کا نچوڑ

ہمارے عربی کے استاد کو اکثر کہتے سنا کہ دولت کی حفاظت انسان کو کرنا پڑتی ہے اور علم انسان کی حفاظت کرتا ہے ‘لیکن اب تو حصولِ علم کا مقصد صرف دولت کمانا ہی رہ گیا ہے۔ ذھنی دباؤ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم رات دیر تک جاگتے ہیں اور صبح دیر تک سوتے رہتے ہیں ‘پھر ہم شکوہ کرتے ہیں کہ وقت میں برکت نہیں اور ہمارے کئی کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ اور زندگی کا نچوڑ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ہم دردی کا جذبہ رکھیں اور ان کی ٹینشن دور کریں۔ آپ اپنے کاروباری مسائل دور کرنے کے لیے کتنی تگ و دو کرتے ہیں ‘آپ گرمیوں میں اے سی چلا کر میٹھی نیند سو جاتے ہیں آپ کو احساس تک نہیں ہوتا کہ آپ کے اطراف کتنے لوگ درد کے مارے کرّاہ رہے ہیں۔ آپ کو ان کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں؟ محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: ”تم زمین والوں پر رحم کرو ‘آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“ چناں چہ آپ آج ہی سے لوگوں کے دکھ درد بانٹنا شروع کر دیں ان شاء اللہ ‘آپ چند ہی دنوں میں ذہنی دباؤ اور ٹینشن سے نجات پا جائیں گے۔

یہی ہے عبادت یہی دین وایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

ذیابطیس کے مریض

ذیابطیس میں دوائیں کثرت سے استعمال کروائی جاتی ہیں۔ کئی مریضوں کو ان سے فائدہ بھی ہوتا ہے ‘مگر ضروری نہیں ایک ہی دوا سے دوسرا مریض بھی صحت یاب ہو جائے۔ عام طور پر جو دوائیں مفید ثابت ہوتی ہیں ‘ان میں جامن کی گٹھلی کا سفوف ‘کنگھی بوٹی ‘گڑھ مار ‘کریلا اور سدا بہار کے سفید پھول شامل ہیں۔

نسخہ: جامن کی گٹھلی کا سفوف تین سے پانچ گرام تک دن میں دو بار استعمال کروانا چاہیے۔

مغزِ پنبہ دانہ (بنولے کی گری) بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ **نسخہ:** اسے پانچ پانچ گرام پانی میں پیس کر صبح وشام استعمال کروائیں۔

نسخہ: کنگھی بوٹی کی جڑ اور چھال کا سفوف صبح شام دس دس گرام استعمال کروایا جائے۔

کریلا۔۔۔۔۔شوگر کا بہترین علاج

کریلا شوگر کا بہترین علاج ہے۔ اس سلسلے میں پختہ کریلے کا چھلکا اتار کر سائے میں سکھا کر سفوف بنا لیں ‘چار ماشہ کی مقدار میں ہم راہ پانی دیں۔ کریلہ سبز کا رس یا کچا کریلا کھانا بھی مفید ہے۔ آگ پر پکانے سے اس کا اثر ضایع ہو جاتا ہے۔ انار کا استعمال بھی حیرت انگیز فائدہ پہنچاتا ہے۔

شوگر اور امراضِ قلب پر دار چینی اور لونگ کے صحت بخش اثرات

مغربی دنیا میں گزشتہ دنوں دار چینی اور لونگ پر جو تازہ ترین تحقیقات کی گئی ہے ‘ان سے معلوم ہوا کہ یہ مسالہ جات انسولین کی کار کردگی بڑھانے کے علاوہ کولیسٹرول کی سطح بھی گھٹا دیتی ہے۔ دار چینی کے استعمال سے سوزشی کیفیات مثلاً: جوڑوں کے ورم درد میں خاصہ افاقہ ہو سکتا ہے ‘جن مریضوں کو ایک سے دو گرام لونگ کا سفوف کیپسول کی صورت میں دیا گیا ‘ان میں گلوکوز ‘ٹرائی گلیسرائیڈ اور ایل ڈی ایل (خراب کولیسٹرول) کی سطح کم ہو گئی۔ ایک امریکی ماہرِ طب رچرڈ اینڈرسن نے کہا کہ دار چینی اور لونگ کے فوائد اپنی جگہ اہم ہیں ‘لیکن اس کی زیادتی نقصان دہ ہو سکتی ہے ‘اس لیے وہ دار چینی اور لونگ کا قہوہ پینے کا مشورہ دیتے ہیں۔

کڑی پتّا سے شوگر کا علاج

تین ماہ تک روزانہ صبح دس عدد تازہ کڑی پتّے کھانا موروثی اسباب کی بنا پر لاحق ہونے والی ذیابطیس سے تحفّظ دیتا ہے۔ موٹاپے کی وجہ سے ہونے والی ذیابطیس کا بھی یہ شافی علاج ہے ‘کیوں کہ کڑی پتوں میں وزن گھٹانے والے اجزا پائے جاتے ہیں ‘جو نہی وزن کم ہوتا ہے مریض کے پیشاب میں شوگر آنا بند ہو جاتی ہے۔

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

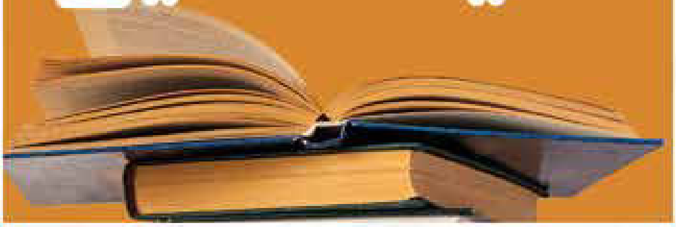

بنک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے شرعی احکام

سوال : دورِ حاضر میں جہاں ہر طرف دیگر سہولیات کا جال بچھ گیا ہے ' وہاں ذرائع مواصلات بھی ترقی کے زینے چڑھ کر بامِ عروج پر پہنچ گئے ہیں اور یُوں پوری دنیا ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔ دور دراز فاصلوں پر مقیم لوگوں سے رابطے آسان ہو گئے ہیں۔ تجارت کا دائرہ جس قدر پھیلتا جارہا ہے ' اتنا ہی پیسوں کی حفاظت ' باہمی لین دین ' رقوم کی ارسال اور ترسیل میں بنک کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے ' چناں چہ انہی سہولیات کے تسلسل میں بنک کی طرف سے مختلف قسم کے کارڈز کا اجراء بھی ہے جو مقررہ قواعد وضوابط کے مطابق کارڈ ہولڈرز کو مختلف سہولتیں مہیا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ان کارڈ سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں شریعت ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے ؟ آگاہ فرمائیں !

جواب : واضح رہے کہ آج کل رائج کارڈ کی تین اقسام پائی جاتی ہیں :

1. ڈیبٹ کارڈ Debit Card
2. چارج کارڈ Charge Card
3. کریڈٹ کارڈ Credit Card

ڈیبٹ کارڈ

اس کارڈ کے حامل کا پہلے سے اکاؤنٹ اس ادارے میں موجود ہوتا ہے جس ادارے کا اس نے کارڈ حاصل کیا ہے ' حاملِ بطاقہ یعنی کارڈ ہولڈر اس کارڈ کو جب بھی استعمال کرتا ہے ' ادارہ اس کے اکاؤنٹ میں موجود رقم سے اس کی ادا کر دیتا ہے ' اس میں حاملِ بطاقہ کو ادھار کی سہولت حاصل نہیں ہوتی ہے ' بلکہ وہ صرف اس وقت تک کارڈ کو استعمال کر سکتا ہے جب تک اس کے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہے۔

ادارہ اس کارڈ کو جاری کرنے کی فیس وصول کرتا ہے۔

اس کارڈ کو استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہے اور اس کے ذریعے خرید وفروخت کرنا درست ہے ' کیوں کہ اس میں نہ قرض کی صورت ہے ' نہ سُود کی ' البتہ حاملِ بطاقہ کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کارڈ کو غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔

چارج کارڈ

اس کارڈ کے حامل کا ادارے میں پہلے سے اکاؤنٹ نہیں ہوتا ' بلکہ ادارہ حاملِ بطاقہ کو ادھار کی سہولت فراہم کرتا ہے ' حاملِ بطاقہ کو ایک متعین ایام کی ادھار کی سہولت میسر ہوتی ہے ' جس میں اس کو ادارے کو ادائیگی کرنا ضروری ہوتا ہے ' اگر اس مدت میں ادائیگی ہو جائے تو سود نہیں لگتا ' البتہ اگر حاملِ بطاقہ نے وقت پر رقم ادا نہ کی تو پھر اس کو سود بھی دینا پڑتا ہے

ادارہ اس کارڈ کو جاری کرنے کی فیس وصول کرتا ہے۔

اس کارڈ کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے :

1. حاملِ بطاقہ اس بات کا پورا اطمینان کرے کہ وہ معین وقت سے پہلے پہلے رقم ادا کر دے اور کسی بھی وقت سود عائد ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔
2. حاملِ بطاقہ کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ اس کارڈ کو غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔
3. اگر ضرورت ڈیبٹ کارڈ سے پوری ہو رہی ہو تو بہتر ہے کہ اس کارڈ کو استعمال نہ کرے۔

کریڈٹ کارڈ

اس کارڈ کے حامل کا بھی کوئی اکاؤنٹ ادارے میں نہیں ہوتا ' بلکہ وہ معاہدہ ہی ادھار پر سود کا کرتا ہے ' اس معاہدے میں اگرچہ ادارہ ایک متعین مدت فراہم کرتا ہے جس میں اگر حاملِ بطاقہ ادائیگی کر دے تو اس کو سود ادا نہیں کرنا پڑتا ' لیکن اصلاً معاہدہ سود کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں تجدیدِ مدت (Rescheduling) کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے ' جس سے ادائیگی کی مدت بڑھ جاتی ہے ' البتہ اس کے ساتھ ساتھ شرح سود میں اضافہ ہو جاتا ہے ' اور بعض صورتوں میں اضافی رقم لی جاتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہے ' ہاں اگر یہ مجبوری لاحق ہو کہ ڈیبٹ کارڈ یا چارج کارڈ الگ سے مہیا نہ ہو اور اس کو ڈیبٹ کارڈ یا چارج کارڈ کی طرح مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے ' تب جواز کی گنجائش ہے۔

ان تمام کارڈز کو " کریڈٹ کارڈ " کہا جاتا ہے۔ لیکن جو اصلاً کریڈٹ کارڈ ہے اس کا استعمال عام حالات میں جائز نہیں ' البتہ کریڈٹ کارڈ کا اطلاق مذکورہ بالا پہلی دو قسموں پر کیا جائے تو ان کا استعمال جائز ہے۔

ان کے علاوہ کارڈ کی ایک قسم ہے جس کو (Automated Transfer Machine) کارڈ کہتے ہیں۔ یہ رقم نکالنے کا کارڈ ہوتا ہے ' بعض دفعہ اس کا وجود اوپر ذکر کردہ کارڈ کے ضمن میں بھی ہوتا ہے ' مثلاً : یہ ممکن ہے کہ ڈیبٹ کارڈ میں رقم نکالنے کی سہولت بھی موجود ہو۔

اس کارڈ کا حکم یہ ہے کہ اس کو استعمال کرنے پر اگر متعین رقم مشین کے استعمال کی اجرت کے طور پر ادارہ وصول کرے جو مقدار رقم سے قطع نظر ہو تو جائز ہے ' لیکن اگر ادارہ رقم کو بنیاد بنا کر اس پر کچھ وصول کرے تو یہ جائز نہیں ' بلکہ سُود ہوگا ' البتہ ادارہ کارڈ جاری کرنے کی فیس وصول کر سکتا ہے۔

الکحل ملی ہوئی دواؤں اور خوشبو کا شرعی حکم

موجودہ زمانے میں بہت سی دواؤں اور بہت سی چیزوں میں الکحل استعمال ہوتا ہے۔ ہومیو پیتھک کی کوئی دوا الکحل سے خالی نہیں ہوتی ' اسی طرح ایلوپیتھی میں بھی اس کا استعمال رائج ہے۔ کھانے کی چیزوں (بسکٹ ' شربت وغیرہ) میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ سینٹ ' خوشبو خاص طور پر اسپرے میں الکحل ڈالا جاتا ہے۔

شریعت کا نقطہ نظر اس کے بارے میں کیا ہے ؟ وضاحت فرمائیں !

جواب : شرعی حکم بتانے سے پہلے یہ سمجھیں کہ الکحل کی حقیقت کیا ہے ؟

الکحل کی حقیقت :

یہ دراصل عربی لفظ " الغول " کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ " غول " عربی میں نشہ اور درد کی اُس کیفیت کا نام ہے جو شراب سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب سے اسی

وصف کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: ”لا فیھا غول ولا ھم عنھا ینزفون“ ترجمہ: جنت کی شراب پینے سے سر چکرائے گا نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔

اہلِ مغرب نے اس لفظ کو عربی سے نقل کر کے ”الکحل“ بنادیا۔

الکحل کی تعریف:

الکحل ایک بے رنگ، بخار بن کر اُڑ جانے والا سیال ہے جو کاربن ہائیڈ وریٹ، آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ساتھ کاربن کے مرکب میں خمیر اٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

شرعی حکم:

الکحل ملی ہوئی دواؤں کا مسئلہ اب صرف مغربی ممالک تک محدود نہیں رہا، بلکہ اسلامی ممالک سمیت دنیا کے تمام ممالک میں آج کل یہ مسئلہ پیش آرہا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنائی ہوئی شراب کو بطورِ دوا کے یا حصولِ طاقت کے لیے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس مقدار سے نشہ نہ پیدا ہوتا ہو۔

دوسری طرف دواؤں میں جو ”الکحل“ ملایا جاتا ہے، اس کی بڑی مقدار انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء، مثلا: چمڑا، شہد، شیرہ، گندم اور جو وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے۔

لہٰذا دواؤں میں استعمال ہونے والا ”الکحل“ اگر انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے حاصل کیا گیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس دواء کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ وہ نشہ آور ہونے کی حد تک نہ پہنچے۔ اور اگر وہ ”الکحل“ انگور اور کھجور ہی سے حاصل کیا گیا ہے تو پھر اس دوائی کا استعمال ناجائز ہے، البتہ اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس مرض کی اس کے علاوہ کوئی اور دوا ہی نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے استعمال کی گنجائش موجود ہے، اس لیے کہ اس حالت میں احناف کے نزدیک حرام اشیاء کے اجزاء سے بنی ہوئی ادویہ سے علاج کرنا جائز ہے۔

ویسے دوا میں استعمال شدہ الکحل عموماً کھجور اور انگور کے علاوہ اور چیزوں سے بنا ہوتا ہے، تاہم اگر یہ بات یقینی ہو کہ ان دو چیزوں سے بنا ہوا ہے تو پھر اس کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہے۔

جس طرح دواؤں میں الکحل کا استعمال زیادہ ہو چکا ہے، ٹھیک اسی طرح خوشبو، سینٹ اور خاص کر پرفیوم میں بھی اس کا استعمال بہت زیادہ ہو چکا ہے۔

باوثوق ذرائع اور معلومات کے مطابق پرفیوم وغیرہ میں جس الکحل کی آمیزش ہوتی ہے وہ عموماً انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء سے تیار کیا جاتا ہے لہٰذا اگر کسی کو تحقیق سے یا غالب گمان سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس پرفیوم یا دوا میں واقعی کھجور یا انگور سے حاصل الکحل کی آمیزش ہے تو اُس کے لیے اس کا استعمال جائز نہ ہو گا۔ اگر اس کی تحقیق نہ ہو تو چوں کہ کھجور اور انگور کے علاوہ الکحل کا استعمال غالب ہے اور ایسی چیزوں میں غالب پر حکم لگایا جاتا ہے، لہٰذا اس طرح کے پرفیوم کے استعمال کی شرعاً گنجائش موجود ہے، البتہ اگر کوئی اس سے بچنا چاہے تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تکبر کا مطلب اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھنا اور اپنی ایک حیثیت جتلانا ہے۔

تکبر ایک بہت خطرناک بیماری ہے اور اس کا علاج خوفِ خدا، خدمت خلق اور بار بار اپنا محاسبہ کرنے سے ہوتا ہے۔

انسان کی حقیقت بیماری میں پتا چلتی ہے جب بندہ بیمار ہو تو ہر کسی کا محتاج بن کر رہ جاتا ہے۔ نہ خود سے پانی پینے کی سکت رہتی ہے نہ ہی کھانے کے ذائقے کا پتا چلتا ہے۔ نہ چلنے پھرنے کی طاقت ہوتی ہے، اُس وقت ضمیر کی آواز آتی ہے ہائے یہ ہے تیری حقیقت۔ اور جب صحت مند ہوتا ہے تو میں میں کی رَٹ اور طاقت کے نشے میں اتنا مست ہوتا ہے کہ خدا کو ہی بھول بیٹھتا ہے۔

تکبر کی بدبو چھوڑتے چند جملے بطور مثال ملاحظہ ہوں: یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ اس کی کیا حیثیت۔ میں اس کی ایسی کی تیسی کر دوں گا۔ جملے بولتے اور بڑائی جتلاتے شیخی بھگارتے یہ نہیں سوچا جاتا کہ سب کچھ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل متکبر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمیشہ اس کی ہاں میں ہاں ملائی جائے، اس کی کسی بھی بات کا انکار نہ ہو وہ یہی سمجھتا ہے کہ ”میں تو میں ہی ہوں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔“ سخت وعید آئی ہے۔ متکبر آدمی کو ہر وقت اپنی عزت کا اتنا خیال ہوتا ہے کہ کوئی اُس سے اونچی آواز میں بات نہ کرے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو میں ہوں۔

تکبر مال و دولت کا ہو یا علم کا دونوں ہی خطرناک ہیں مال کے نشے میں انسان اتنا بے حس ہو جاتا ہے اس کو آس پاس کے لوگ چیونٹی کے برابر نظر آنے لگ جاتے ہیں کیوں کہ وہ کہتا ہے کہ میں تو میں ہوں۔ علم کا تکبر بھی بہت خطرناک ہوتا ہے کتابیں حفظ کر لیں تمام فنون سیکھ لیے اب اس کا غلط استعمال اور اپنے آپ کو بہت بڑا ماہر فنون سمجھنے لگ جائے۔

اللہ تعالیٰ اس برائی سے ہر ایک انسان کو محفوظ فرمائے۔ نہ اس بیماری کے لگنے کا پتا چلتا ہے، نہ ختم کرنے کی طرف دھیان جاتا ہے۔ انسان رات سونے سے پہلے محاسبہ کر لے کہ پورا دن کس کس کا دل دکھی کیا؟ کس کی غیبت کی؟ بد اخلاقی کس کے ساتھ کی؟ اور اللہ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اُس شخص سے بھی معافی مانگ لے۔ معافی مانگنے سے عزت کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

انسان کے لیے ایمان کے بعد تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت علم ہے۔ اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان میں سے خاص طور پر اہلِ علم کو دوسروں پر فضیلت دی' ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فوقیت کا سکّہ علم کی وجہ سے ہی بٹھایا' پھر یہ سلسلہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک چلا۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت' تعلیم بالقلم کی ہی ہے' (یعنی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج) سارے احکام بعد میں سب سے پہلے اقرا' یعنی تعلیم۔

پھر یہی نہیں بلکہ تعلیم کی اہمیت بھی بتائی اور نصابِ تعلیم بھی بتایا "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" اب اس نصابِ تعلیم میں دو بنیادی باتیں ہیں' چاہے ڈاکٹر بنے' انجینیر بنے' کچھ بھی بنے دو چیزیں اس نصاب میں بنیادی ہیں۔ ایک اپنی اوقات کو نہ بھولے

اور دوسرے اپنے خالق کو نہ بھولے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" مجھے استاذ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔"

علم ایک ایسا دریا جس کا کوئی کنارہ نہیں' وہ جاری رہتا ہے اور جو کوئی بھی اسے حاصل کرنے لگے تو کچھ نہ کچھ ضرور پاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو علم کی طلب میں نکلا گویا وہ جہاد کرنے والا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹے۔" (مشکوٰۃ شریف)

"علم سب سے افضل اور بہترین ہدایت ہے۔"

"علم ایک ایسا خزانہ ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں بلکہ بڑھتا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھے انداز سے سوال کرنا آدھا علم ہے۔"

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا آپ نے اتنا علم کیسے حاصل کیا؟؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زیادہ سوال کرنے والی زبان اور زیادہ سمجھنے والے دل سے۔

ایک کامیاب اور مثالی طالبِ علم بننے کے لیے کچھ سنہری اصول ہیں جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی و تعلیمات سے ملتے ہیں۔

جن میں سب سے پہلے نیت کو درست کرنا ہے خالص اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کیا جائے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "جس نے علم اللہ کے علاوہ کے لیے سیکھا' اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔"

علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس کام میں بھی کوئی نفسانی خواہش ہوتی ہے' اس میں برکت نہیں رہتی' دل صراطِ مستقیم سے بھٹک کر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔"

کسی بھی کام کو کرنے کے لیے محنت ضروری ہوتی ہے اور علم تو ہے ہی سب سے قیمتی تو اس کا حصول بغیر قربانیوں کے ممکن نہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے: "علم تم کو اپنا ایک حصہ بھی نہیں دے گا' جب تک تم پورے طور پر خود کو اس کے حوالے نہ کر دو۔"

اسی لیے ایک مثالی طالبِ علم کو چاہیے کہ علم جیسی بے بہا نعمت کے حاصل کرنے میں جو دشواری' مشکل آئے اُسے برداشت کرے۔

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی مِنْ غَیْرِ کَدٍّ
اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

یعنی جو بغیر محنت و کوشش اور جد و جہد کے بلندی کا طلب گار ہوتا ہے' وہ اپنی زندگی محال چیز کی جستجو میں ضائع کرتا ہے۔

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّیَالِیْ

"جو سر بلندی چاہتا ہے' وہ شب بیداری کو عادت بنا لیتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ کوئی باغ لگاتا تھا' نہ بازار میں مال بیچتا تھا' میں بس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پڑا رہتا اور میرا کام تھا کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو۔"

اخلاصِ نیت و مشقت کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ جو بات سب سے اہم ہے ادب

وآداب۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پہلے ادب سیکھو، پھر علم سیکھو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے' انسان کی قیمت اس کا علم وادب ہے۔''

اہمیتِ ادب پر شعراء نے بھی اشعار لکھے ہیں

أَدِّبُوا النَّفْسَ أَيُّهَا الأَصْحَابُ
طُرُقُ العِشْقِ كُلُّهَا آدَابُ

مطلب ''اے دوستو! اپنے آپ کو آداب سکھاؤ' اس لیے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں۔''

ماں باپ' اساتذہ' ادوات العلم' مدرسہ' درسگاہ سب کا ادب لازم ہے۔

مدین کی فتح کے موقع پر ایک شخص ایک قیمتی ہیرا لے کر آیا اور مالِ غنیمت میں جمع کروادیا۔ ذمے دار نے پوچھا تم کون ہو؟؟ اس لیے کہ تمہارے ہیرے کی قیمت ایک طرف اور باقی مالِ غنیمت کی قیمت ایک طرف تو اس شخص نے جواب دیا' جس ذات کے لیے میں نے کیا ہے' وہ ذات میرا نام جانتی ہے۔۔۔

اللہ! سبحان اللہ! یہ کس طرح کے شاگرد تھے' کس سے پڑھے ہوئے تھے؟ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے' انھیں پڑھایا اور سمجھایا گیا تھا کہ پالتا کون ہے؟؟ کھلاتا کون ہے؟؟ ماں کے بطن میں بھی جب نہ تمہارا دماغ کام کرتا تھا' نہ آنکھ' نہ کان' نہ ہاتھ پاؤں ان اندھیروں میں بھی تمہیں کس نے پالا؟؟ تو ان کی تعلیم کا تو بنیادی جز ہی یہ تھا کہ پالتا کون ہے۔۔۔ جب یہ حقیقت سمجھ آگئی تو سب پر اس ربِ کائنات کی محبت غالب آئے گی۔

ایک مثالی طالبِ علم وہی ہے جو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کرے جو صحابہ کے طریقے پر چلتے ہوئے راہیں ہموار کرے' سستی کاہلی کو دور پھینکے' اپنے وقت کو قیمتی بنائے اچھی صحبت اپنائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندگی کے ہر شعبے میں صحابہ کی تربیت فرمائی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں بہترین شخص وہ ہے جس کی عادتیں واخلاق اچھے ہوں۔''

تعلیم المتعلّم میں ایک حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص زمانۂ طالبِ علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں مبتلا کرتے ہیں۔ یا وہ عین جوانی میں مرتا ہے' یا باوجود فضل وکمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے' جہاں اس کا علم ضایع ہو جاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کرپاتا' یا کسی بادشاہ ورئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے۔

دنیا و آخرت میں ملی ہے کامیابی اس کو
جو ہو باعمل و باادب سن لو!

ایک طالبِ علم اگر خود کو منوانا چاہتا ہے تو اسے اپنے اندر سے سستی کاہلی کو نکال باہر کرنا ہوگا اور اس کی جگہ محنت' ہمت' جستجو کو دینا ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تن درستی وفرصت کے لمحات دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ گھاٹے میں مبتلا ہیں۔'' نیز فرمایا: ''اللہ رب العزت نوجوان سے سستی پر نفرت کرتے ہیں۔''

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سستی وکاہلی سے پناہ مانگنے کی ہمیں دعا سکھائی ہے۔

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ''

''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں' فکر وغم سے' عاجزی وسستی سے اور بخل وقرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اس بات کو بہت معیوب سمجھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی لایعنی زندگی بسر کرے' نہ دنیا کے لیے کوئی عمل کرے نہ آخرت کے لیے۔''

ہمارے اسلاف نے سستی وکاہلی کو چھوڑ کر اپنا وقت قیمتی بنایا وقت کے صحیح استعمال اور محنت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفرازی وسربلندی عطا کی۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ وہ وقت کے امام تھے یا ان کے مقدر میں یہی لکھا تھا تو یہ سب صرف ہماری بے کار سوچ ہے کیوں کہ جس طرح ہم انسان ہیں' ہماری ضروریات خواہشات ہیں' ان کی بھی تھیں وہ بھی ہماری طرح انسان تھے' جیتے جاگتے جسم تھے' مگر انھیں اپنے وقت وحالات کا بخوبی اندازہ تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ زندگی کی سوئی صرف ایک ہی وقت رکے گی' جب سانس کی ڈور کٹ جائے گی' ورنہ یہ سوئی ہر لمحہ تیزی سے چل رہی ہے۔

ایک مرتبہ عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ جو ایک زاہد تابعی تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: آؤ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ ان کی جگہ اگر ہم میں سے کوئی ہوتا تو یقیناً اس کا عمل یہ ہوتا کہ بیٹھ کر گھنٹہ دو گھنٹے یا جو وقت بھی دے سکتے ضرور باتوں پر صرف کرتے' لیکن اپنے وقت' آج اور کل کی قدر کرنے والوں میں اس ہستی نے جواب دیا: ''تو پھر سورج کو بھی ٹھہرالو۔'' یعنی زمانہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا' اس لیے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے اور بے کار باتوں میں وقت ضایع نہیں کرنا چاہیے۔

امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ نے دو ہزار کتابیں لکھی ہیں' آپ کے انتقال کے بعد جب آپ کے تحریر کردہ مسودے اکٹھے کیے گئے اور عمر کے ایام پر تو یومیہ نو نو کاپیوں کا اوسط ہوا اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نرسل سے بنا قلم استعمال کرتے تھے اور اس کا چھیلا ہوا حصہ جمع کرتے تھے اور یہ وصیت فرمائی: میرے انتقال کے بعد ان ہی قلموں کی چھیلن سے میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے' چناں چہ آپ کی وصیت پوری کرنے کے باوجود ایندھن بچ گیا۔ یہ ایک نمونہ ہے ہمارے اسلاف کی خوب صورت زندگی کا' غور کرنا چاہیے انھوں نے کس طرح اپنے وقت کو غنیمت جانا اور ایک دن کے حساب سے نو کاپیاں تحریر کیں آج ہم چند صفحات لکھنے پر بھی تھکن' بوریت' یا سستی کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وقت کی اہمیت کا ہمیں احساس نہیں' جب ہم وقت کی قدر ہم اپنے اندر بٹھالیں گے تو کامیابی حاصل کرنے کی دھن سوار ہوگی اور یہ دھن ہمیں کامیابی حاصل کرنے پر مجبور کرے گی۔ یاد رکھنا چاہیے' جہاں سستی وکاہلی کو خود سے دور کرنا اہم ہے' وہیں مایوسی جیسی بیماری سے بھی نجات بہت اہم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔'' گناہوں سے خود کو بچانا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا دونوں جہانوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

ہے وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام
ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

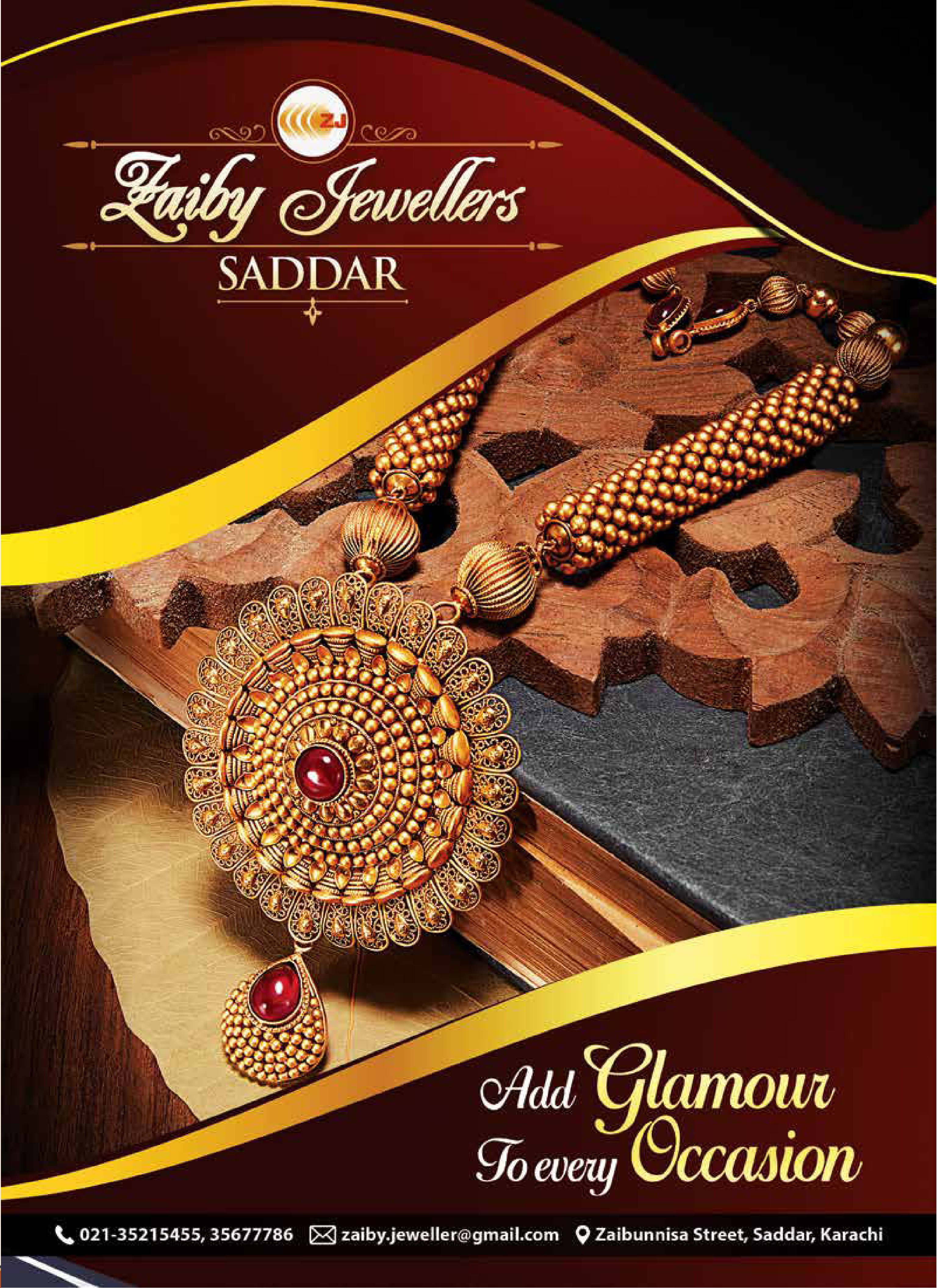
ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
Add Glamour
To every Occasion
021-35215455, 35677786
zaiby.jeweller@gmail.com
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi

مالنی سے مریم تک

اہلیہ محمد فیصل

"مالنی او مالنی! کدھر گئی؟؟" پھر اس نادیہ کے گھر چلی گئی۔ کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ ان مسلمانوں سے ہمارا میل جول اچھا نہیں ہے اور ویسے بھی اب تو حالات بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن اس لڑکی کو کون سمجھائے۔ اس پر تو نادیہ اور اس کی اماں نے جادو کر دیا ہے' ہر وقت ان کے گن گاتی رہتی ہے۔ رادھا بڑبڑاتی ہوئی اپلے تھاپنے لگی۔

اماں او اماں!! مالنی لکڑی کے پٹ کھولتی اماں اماں کرتی گھر میں داخل ہوئی۔ "دوپہر سے شام ہوگئی' میری دھی کو اب اماں یاد آئی۔" رادھا ناراضی سے بولی۔ "میری سوہنی اماں!" مالنی ماں کے گلے میں باہیں ڈالے لاڈ کرنے لگی۔ "دیکھ مالنی! یہ نادیہ کے گھر زیادہ وقت نہ گزارا کر' وہ مسلے ہیں' ہمارا ان کا کوئی میل نہیں۔۔"

کیوں؟ کیوں میل نہیں؟ نادیہ میری بہنوں جیسی ہے اور اس کی اماں میری ماسی ہے۔ مالنی بولی۔ "بہن اور ماسی ہم مذہب ہوتی ہیں' ان کا اور ہمارا دین ہی الگ ہے' سمجھی!" رادھا درشتی سے بولی۔ "میں نہیں مانتی' مذہب اور دین کو۔۔ میں تو صرف محبت اور پیار کو مانتی ہوں۔" مالنی نے ماں کا غصہ خاطر میں نہ لاتے ہوئے جواب دیا۔ "اچھا!! جھلی ہوگئی ہے کیا؟ یہ باتیں اپنے باوا کے سامنے نہ کرنا' ورنہ چمڑی ادھیڑ دے گا تیری۔" رادھا نے مالنی کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔ مگر مالنی تو من موجی تھی' اس کو کہاں پروا تھی ان باتوں کی۔۔ اسے تو ہر وقت نادیہ کے ساتھ باتیں کرنے اور گڑیا گڈے والا کھیل کھیلنے میں مزہ آتا تھا بس!

"اماں! مجھے بھی نادیہ جیسا شلوار قمیص سی دے نا!! مجھے نہیں پہننا یہ گگڑا!"

"ہائے لڑکی! کیوں اپنے نصیب کھوٹے کرنے پر تلی ہے۔ گگڑا چولی ہمارا لباس ہے آگے جاکر ساڑھی بھی باندھنی ہوگی' سمجھی؟" رادھا غرائی۔ "اماں! وہ ماسی کوثر (نادیہ کی امی) کہتی ہے کہ ستر کے لیے شلوار قمیص بہترین لباس ہے۔" مالنی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "اب نا تو مجھ سے پٹ جائے گی۔" "بند کر' ان مسلوں کے ہاں جانا۔۔۔ رادھا کو طیش آگیا۔ "اماں۔۔۔" مالنی کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ماں نے ڈانٹ دیا: "چپ کر!"

مالنی اور نادیہ اب عمر کے پندرہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں۔ مالنی کو اب بہت آشکار ہونے لگا تھا۔ "نادیہ میں آج بڑی مشکل سے آئی ہوں۔ اماں اب تمہارے ہاں آنے پر بہت ناراض ہوتی ہے۔ پتا نہیں اماں کو تمہارے مذہب سے کیوں اتنی نفرت ہے؟" مالنی خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولی

"نادیہ بٹیا! نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے' پہلے نماز ادا کرو پھر سہیلی سے باتیں کرنا۔"

"اچھا امی!" نادیہ نے امی سے کہا اور پھر مالنی سے بولی: "آؤ کمرے میں چلتے ہیں۔" آج نادیہ کو وضو کرتے دیکھ کر مالنی کو ایک عجیب احساس نے گھیر لیا اور پھر جب اس نے نماز کے لیے چادر کا ہالہ اپنے چہرے کے گرد لپیٹا تو مالنی اس پر نور حصار میں جیسے کھو ہی گئی۔ نادیہ کو رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر تو جیسے وہ مبہوت ہوگئی۔ اس کا من چاہ رہا تھا کہ نادیہ اسی طرح نماز پڑھتی رہے اور وہ اسے دیکھتی رہے۔ اور جب نادیہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار ہی مالنی کہہ اٹھی: "اپنے بھگوان سے میرے لیے بھی دعا کرنا نادیہ!" اچھا کیا دعا کروں' اپنی سہیلی کے لیے؟ نادیہ کے پوچھنے پہ جھٹ جواب دیا: "اپنے جیسا بننے کی!" مالنی خود بھی حیران تھی کہ وہ کیا کہہ گئی۔ گویا محبت کا دیپ جل چکا تھا' بس اسے چنگاری دکھانے کی دیر تھی۔

"مجھے تو لگتا ہے چھوکری پر سایہ ہوگیا ہے۔" ابا اماں سے رازدارانہ انداز میں بولے۔ "سادھو کے پاس لے چلیں؟" اماں بھی ابا والے انداز میں بولی۔ "مانے گی یہ؟" ابا نے سوال در سوال کیا۔ "بھنگ پلا کر لے چلیں گے۔ اماں نے مشورہ دیا۔ ابا نے سر ہلایا' گویا تصدیق کر دی۔ مالنی اماں ابا کی گفتگو سن چکی تھی۔ اور اب کچھ سوچ رہی تھی۔ دراصل چند دن پہلے جب مالنی نادیہ کے گھر سے آئی تھی تب سے کھوئی کھوئی رہنے لگی تھی' ہر وقت آسمان یا چھت کو تکتی رہتی' کسی پھول' پودے کو دیکھتی تو اس پر ہاتھ پھیر پھیر کر مسکراتی رہتی اور اس دن تو حد ہی ہوگئی' کھانا کھاتے ہوئے نوالے کو دیکھ کر ہنسنے لگی پھر اچانک ہی رونا شروع کر دیا اور پھر نوالہ رکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔ "شما کر دیجیے' مجھے شما کر دیجیے" ارے مالنی کس سے معافیاں مانگ رہی ہے؟ ابا نے ٹوکا۔ "وہ میرا بھگوان' وہ ہمارا بھگوان' وہ سب کا بھگوان" ہاتھ کا اشارہ اب بھی آسمان کی جانب تھا۔ رادھا کو مالنی کی حرکتوں سے شک ہونے لگا تھا۔ اسی لیے اس نے نادیہ کے ہاں جانے پر مکمل پابندی لگا دی تھی۔

"نادیہ' نادیہ کھڑکی کھولو! میں ہوں مالنی"!

"ارے مالنی تم اور اس وقت؟ کیا ہوا ہے؟ خیریت تو ہے؟" نادیہ نے ایک سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ "خیریت نہیں ہے' وہ لوگ مجھے بھنگ پلا کر سادھو کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔" مالنی روتے ہوئے بولی۔ "اچھا تم چپ کر جاؤ' رو مت۔" نادیہ نے تسلی دی "نادیہ! ایک بات کہوں؟" مالنی نے پوچھا۔

"ہاں کہو!"

"وہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ وہ۔۔ پڑھنا ہے۔" ملانی اٹک اٹک کر کہنے لگی "کیا پڑھنا ہے؟" نادیہ نے پوچھا "کلمہ" مالنی کی آواز میں جوش تھا "کیا کہا؟ کلمہ پڑھنا ہے!! مالنی تم جانتی ہو' اس کے پڑھنے کے بعد تمہیں کیا قربانیاں دینا پڑیں گی؟" نادیہ نے سمجھانے کے انداز میں کہا "میں سب قربانیاں دے دوں گی' بس مجھے ایک بار یہ کلمہ پڑھا دو۔ میری اچھی سکھی! مجھے پڑھا دو۔" مالنی گڑگڑائی۔ "اچھا! چھا! تم اس طرح رات کے وقت گھر سے آگئی ہو' تم گھر جاؤ' صبح آنا' پھر امی سے کہوں گی وہ تمہیں کلمہ پڑھائیں گی۔"

"سچی!!" مالنی کے سوال میں حیرت تھی "ہاں بالکل سچ۔۔ابھی جاؤ!" نادیہ نے یقین دلایا۔
مالنی کی ساری رات بے چینی میں کٹی' جب کہ وہاں نادیہ کا پورا خاندان سوچ رہا تھا کہ آیا مالنی کا ساتھ دیں یا نہیں؟
کہیں یہ نیکی گلے نہ پڑ جائے؟ مگر جب حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے تو حق ہی غلبہ پاتا ہے۔ آخر کار فیصلہ ہو گیا۔

◆◆◆

مالنی' ارے او مالنی! کدھر گئی۔ رادھا مالنی کو آوازیں دیے جا رہی تھی' لیکن مالنی تو اپنے مشن پر روانہ ہو چکی تھی۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ماشاء اللہ! مبارک ہو!!!
مالنی کی آنکھیں خوشی سے بھیگ گئیں' نادیہ اور اس کی امی نے اسے باری باری گلے لگایا۔ نادیہ طشتری میں مٹھائی لائی' اور سب کا منہ میٹھا کروایا۔ "اب میری بیٹی کا نام آج سے مریم ہے!! مریم علیہا السلام کی طرح بہادر اور شجاع۔" کوثر خالہ نے مالنی کو سینے سے لگا کر کہا۔ "مریم' ہاں مریم ۔۔۔ مالنی سے مریم۔۔" مالنی نام دہراتی خوش ہو رہی تھی۔ نادیہ اس کی کیفیت پر مسکرا رہی تھی کہ ۔۔۔۔ شور اٹھا۔ مالنی کو باہر نکالو۔۔۔۔ مسلو!!! " مالنی کا باپ چنگھاڑا۔ نادیہ کے اماں ابا کو اسی بات کا ڈر تھا۔
ارجن بھا!! مالنی نادیہ کے پاس آئی ہے' آپ کیوں غصہ ہو رہے ہیں؟ نادیہ کے ابا صلح جوئی سے بولے۔
"الو کسی اور کو بنانا' تمہاری دھی نے اسے دھرم سے دور کر دیا ہے' اب ہم تمہارے خاندان کو تباہ کر دیں گے۔۔ ارجن چلایا۔ اور اس تباہی کی شروعات تمہی سے ہو گی' یہ کہتے ہی ارجن نے کلہاڑی کا وار کر دیا' نادیہ کے ابا کے کندھے میں کلہاڑی کا ٹوکا پیوست ہو گیا۔ اور فلک شگاف چیخ ان کے منہ سے نکلی۔ مالنی دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ چاچے یہ' یہ کیا ہو گیا؟ ابا یہ' یہ تو نے کیا کر دیا؟ تیری مجرم میں تھی نا! تو مجھے سزا دیتا۔" مالنی روتے ہوئے بولی۔
چل یہاں سے۔۔۔ ان کے لیے آج اتنا ہی کافی ہے۔ اور مالنی کو گھسیٹتا ہوا ارجن وہاں سے نکلا۔
نادیہ کا بھائی' ابا کو تانگے میں ڈال کر گاؤں کی واحد ڈسپنسری کی طرف دوڑا' لیکن رب کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وار اتنا کاری تھا کہ ابا ڈسپنسری پہنچنے سے پہلے ہی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دم توڑ گئے۔ ارجن کو قتل کے الزام میں پولیس لے گئی' لیکن وڈیرے رام لال نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اسے رہا کروا لیا۔ انصاف کا حصول مسلمانوں کے لیے اس گاؤں میں ناممکن تھا۔ اور پھر نادیہ کا خاندان راتوں رات اس گاؤں کو چھوڑ کر ہجرت کر گیا۔

◆◆◆

مریم کے اسلام قبول کرنے کا علم رادھا اور ارجن کو ہو چکا تھا۔ اسے کمرے میں قید رکھا جاتا بلکہ ارجن زود و کوب کر کے دوبارہ ہندو دھرم پر آنے کے لیے کہتا' لیکن جس کے دل میں حق اور خیر کا سکہ سما جائے وہ پھر کسی ظلم و ستم کی پروا نہیں کرتے' ان کو مار میں بھی راحت اور قید میں بھی آزادی دکھتی ہے' کیوں کہ وہ رب سے لو لگا چکے ہوتے ہیں' وہ اپنی جانوں کا سودا کر چکتے ہیں' ایسا سودا جس میں نفع ہی نفع ہے' نقصان کا نہ کوئی خوف' نہ ہی اندیشہ۔۔ مریم بھی اسی کیفیت کو پا گئی تھی۔ اب اسے کسی کی پروا نہ تھی' وہ نادیہ کی طرح نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کی کوشش کرتی رہتی اور ہر وقت کلمہ طیبہ کا ورد کرتی رہتی کہ یہی اس کی کل متاع تھی۔ حالات ہی ایسے ہو گئے کہ وہ کسی چیز کی تعلیم نادیہ کے خاندان سے نہ لے سکی' حالاں کہ اسے سب کچھ سیکھنا تھا' مگر وہ خاندان بھی اس کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

◆◆◆

"بی بی کہاں جا رہی ہو؟" افروز نے سیاہ چادر میں لپٹی اس لڑکی پوچھا۔ "امرتسر۔۔۔" لڑکی نے مختصر جواب دیا۔
"بیس روپے!" افروز خان نے ہاتھ آگے کیا سیاہ چادر میں سے لرزتا ہاتھ باہر آیا اور پیسے تھما دیے۔ افروز کو وہ لڑکی پر اسرار سی لگی' لیکن وہ ٹکٹ دینے پر مامور تھا' زیادہ کریدتا تو مالک کھڑے کھڑے چلتا کر دیتا' اسی لیے خیال جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ مگر پھر بھی سارا راستہ وہ گاہے بگاہے لڑکی کو دیکھتا رہا اور کچھ سوچتا رہا' نہ جانے کیوں اسے اس لڑکی کا وجود جانا پہچانا محسوس ہو رہا تھا۔ "چلو بی بی امرتسر کا اسٹاپ آ گیا ہے۔" افروز نے آواز لگائی۔
لڑکی اپنے وجود کو چادر سے چھپاتے ہوئے اتر گئی' سامان تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ افروز کے دل میں نہ جانے کیا سمایا کہ مالک سے اجازت لے کر وہ اگلے چکر تک کے لیے امرتسر میں ٹھہر گیا' اور لڑکی کے پیچھے جانے لگا۔
"امرتسر آ تو گئی ہوں' لیکن میں جاؤں گی کہاں؟ کاش! اماں ابا ایسا نہ کرتے!!" اور پھر بے اختیار ہی اس کے آنسو گرنے لگے۔
"سنو!" افروز نے اسے پکارا۔ "تم؟" لڑکی تعجب سے بولی۔ "دیکھو! میری کوئی ایسی نیت نہیں ہے' مجھے تم سے ہمدردی محسوس ہوئی اسی لیے تمہارے پیچھے آیا ہوں۔ اگر مناسب سمجھو تو میرے گھر چلو وہاں میری امی اور بہن بھی ہیں۔"
"اے اللہ! تو ہی میری امداد فرما' میں کیا کروں؟؟"
افروز سوچ میں ڈوبی اس لڑکی کو دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔ شاید نہیں آنا چاہتی میرے ساتھ۔۔ چند قدم چلنے کے بعد اسے کسی کے پیچھے آنے کا احساس ہوا' افروز نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی چلی آ رہی تھی۔

◆◆◆

"نادیہ دروازہ کھولو! میں ہوں افروز۔۔" نادیہ' افروز۔۔۔۔ لڑکی کے حلق میں گولا سا اٹک گیا یہ نام سن کر۔
آ جاؤ۔۔۔ افروز نے لڑکی سے کہا "کون ہے بھائی؟" نادیہ نے پوچھا۔ "سب بتاتا ہوں اندر لے جاؤ اسے۔"
کمرے میں آکر لڑکی نے اپنا چہرہ کھولا نادیہ اپنے سامنے مالنی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ "مالنی! تو!!"
"مالنی نہیں مریم"
"ہاں مریم' تم مریم" فرط جذبات سے دونوں گلے لگ گئیں کوثر خالہ مجھے معاف کر دیں۔۔ مریم ان کے پیروں میں گر گئی۔ "نادیہ کے ابو کو اسی طرح رب سے ملنا تھا' اس میں تمہارا کوئی دوش نہیں تھا۔ تم بتاؤ' یہاں تک کیسے پہنچی؟"
مریم یہ سوال سن کر سسک پڑی۔ "اماں اور ابا نے پنڈت جی سے میرا سودا کر لیا تھا۔ میرے انکار پر مجھے خوب مارا پیٹا۔ پھر ابا کی پنڈت جی سے کسی بات پر لڑائی ہو گئی۔ اس رات میں نے گھر سے بھاگنے کی ٹھان لی تھی۔ دو نفل پڑھ کر رب سے خوب مناجات کی اور یہی دعا مانگی کہ کسی طرح آپ لوگوں سے ملوا دے' رات کو جب میں نکلنے کے لیے پچھلے چھپڑ کو پھلانگ رہی تھی تو پنڈت کے آدمیوں نے ہمارے گھر کو آگ لگا دی' مجھے اپنے ایمان کو بچانے کے لیے نکلنا تھا' پر اماں ابا کو نہ بچا سکی نہ اس دنیا کی آگ سے نہ ہی جہنم کی آگ سے۔" اور پھر مریم سسک سسک کر رو دی۔ پھر کہنے لگی: "عافی کی اماں نے بتایا تھا کہ آپ لوگ شاید امرتسر چلے گئے ہیں۔ بس پھر ادھر ہی چلی آئی لیکن اپنے رب کے صدقے جاؤں جس نے ایسی نصرت کی کہ آپ کے گھر پر ہی پہنچا دیا۔" مریم اشک بھری آنکھوں سے مسکرا اٹھی۔
"افروز بس سروس میں کام کرتا ہے' تو اللہ کی مقرب ہو گئی ہے' جب ہی تو اس نے افروز کے دل میں تیرے لیے ہمدردی ڈال دی لیکن اب یہ ہمدردی محبت میں بدل جائے گی' اب میں اپنی مریم کو اپنی بہو بناؤں گی' رب نے ایسے ہی تو یہ سب اسباب نہیں بنائے۔ اس کے ہر کام میں بھید پوشیدہ ہیں۔" کوثر خالہ نے مسکرا کر مریم کے ماتھے کا بوسہ لیا جب کہ نادیہ نے اسے گلے لگا لیا۔ مریم اس دین حق کے لیے مشکلات جھیل کر آج سرخرو ہو گئی تھی۔

دوسرا وار

حریم فاطمہ

کیلنڈر پہ سات ستمبر کی تاریخ جگمگا رہی تھی۔ ملک میں جگہ جگہ جلوس اور ریلیاں نکالی جارہی تھیں۔ دادی اماں کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ ارحم پاس بیٹھا اسکول کا کام کر رہا تھا۔ ”دادو! آپ کیوں رو رہی ہیں؟“ دادی اماں کو آنکھیں صاف کرتا دیکھ کر کاپیاں سمیٹ کر ان کے پاس آ بیٹھا۔ ”ارے نہیں، میں نے کیوں رونا ہے؟ بس یوں ہی آنکھ میں جالا آ گیا تھا۔“ انہوں نے پھر سے عینک اتار کر آنکھیں صاف کیں۔ ”آپ کو چاچو یاد آرہے ہیں؟“ اس کے کہنے کی دیر تھی، دادو کے آنسو بہنے لگے۔ ”وہ مجھے بھولتا ہی کب ہے بیٹا! لیکن میں اس کو یاد کر کے نہیں رو رہی۔ میں تو عظیم ماں کے صبر اور اس دن کو یاد کر رہی ہوں، جس دن اللہ نے مجھے یہ تمغہ عطا کیا۔ آج چھیالیس سال ہوگئے ہیں۔“ وہ روتے روتے مسکرا دی تھیں۔ ”دادو! چاچو کو کیا ہوا تھا؟“ ارحم نے ہمیشہ یہی سنا تھا کہ چاچو شہید ہوگئے تھے۔ مگر کیسے، کب اور کیوں؟؟؟ ان سوالوں کے جواب اس کے پاس نہیں تھے

”کس نے مارا تھا چاچو کو مجھے بتائیں دادو۔“ اس سے پہلے دادو اس کو جواب دیتیں، ابو کمرے میں داخل ہوئے۔ ”یہ کیا پوچھ رہے ہو تم دادو سے؟ کیوں پریشان کر رہے ہو انہیں؟“ انہوں نے ارحم کو ڈانٹ دیا۔ ”ابو میں تو صرف۔۔۔۔“ ارحم وضاحت کرنے ہی لگا تھا کہ ابو نے پھر ڈانٹا: ”چپ کر جاؤ، ہر وقت تمہیں نئی نئی سوجھتی رہتی ہیں۔“ وہ منہ بسور کے رہ گیا۔

”نہیں جمال! مجھے اپنے پوتے کو بتانے دو کہ سات ستمبر کو کیا ہوا تھا؟ یہ تم جیسے والدین کی وجہ سے ہی آج ننھے ذہنوں کو یہ حقیقت معلوم نہیں۔ تم لوگ انہیں ہر بات پر ڈانٹ دیتے ہو۔ بچوں کو پتا ہونا چاہیے عقیدہ ختم نبوت کیا ہے؟ قربانی کسے کہتے ہیں؟ پھر تم لوگ ہی شکوہ کرتے ہو کہ آج کل کی نسل اسلام سے دور ہو گئی ہے۔ جب تم بچوں کو ہر ہر بات پر ڈانٹ کر خاموش کروادو گے، ان کے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے ڈانٹ کر جان چھڑاؤ گے، تو کیسے پتا چلے گا، انہیں اسلام کے بارے میں؟“ دادی نے ابو کو لتاڑ کر رکھ دیا۔

”اماں میں تو صرف آپ کی پریشانی کی وجہ سے کہہ رہا تھا، ورنہ میں تو۔۔۔“

دادی نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

”دادی! ختم نبوت کے لیے یہ جلسے جلوس کیوں نکل رہے ہیں؟“ ارحم کی زبان میں پھر سے کھلبلی ہوئی۔

”بیٹا! ہم ایک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ 7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج مانا گیا تھا۔ کیوں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کو نہیں مانتے۔۔“

”کیوں دادی؟ وہ کیوں نہیں مانتے؟ کیا انہیں علم نہیں اللہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا؟“

”بیٹا یہ سازشیں ازل سے ہیں۔ تب سے ہی جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کو ماننے کا اعلان کیا۔ تب سے مشرکین ان کے خلاف ہوگئے۔ پھر آہستہ آہستہ اسلام پھیلتا گیا۔ اللہ نے ایک کے بعد ایک نبی بھیجا، جو لوگوں کو سیدھی راہ دکھائے۔ بہت سے خوش نصیب لوگ اس سیدھی راہ پر ایمان لے آئے۔ تم نے ابھی پوچھا میں رو کیوں رہی تھی؟ میں نے تو اپنا ایک بیٹا ختم نبوت کے لیے قربان کیا۔ میں تو اس عورت کی عظمت پر رشک کر رہی تھی، جس نے اپنے سارے بچے اللہ کی راہ میں قربان کر دیے اور بے پناہ اذیت کے باوجود اس نے سیدھا راستہ نہیں چھوڑا۔“

”وہ کون تھیں دادو؟“ ارحم نے سوال کیا۔ ”اس عورت کا نام مشاطہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اسراء کی رات ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے کہا اے جبریل! یہ کیسی اچھی خوشبو ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی خادمہ (مشاطہ) اور اُس کی اَولاد کی ہے۔ اس کی شان پوچھی گئی تو عرض کیا، فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرتے ہوئے اس مومنہ خاتون کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ فرعون کی بیٹی نے کہا: ”خدا تو میرا باپ ہے۔“ اُس (خادمہ) نے جواب دیا: ”نہیں، میرا اور تیرے باپ کا پروردگار اللہ ہے۔“ فرعون کی بیٹی نے کہا: ”میں اس کی خبر اپنے باپ کو دے دوں گی۔“ نوکرانی نے کہا: ”کوئی حرج نہیں۔“ پس اُس نے اپنے باپ کو ساری بات سُنائی۔

فرعون نے مشاطہ کو بلوایا اور کہا: ”کیا تم میرے سوا کسی اور کو ربّ مانتی ہو۔“؟ کہا: ”ہاں! میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔“ فرعون نے اُسی وقت حکم دیا: ”تانبے کی دیگ کو آگ میں تپایا جائے۔ جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو پھر اِسے اور اِس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اُس میں ڈال دیا جائے۔“ اُس مومنہ عورت نے فرعون سے کہا: ”میری ایک درخواست ہے۔“ اس نے کہا: ”کیا درخواست ہے؟“ اُس نے کہا: ”میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کر کے دفن کر دینا۔“ فرعون نے کہا: ”اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے

ذمے ہیں‘اِس لیے یہ منظور ہے۔"

پھر فرعون نے حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اِس کے بچوں کو آگ کی طرح تپتی ہوئی دیگ میں ڈال دو۔ جب دُودھ پیتے بچے کی باری آئی (فرعون کے سپاہیوں نے جب اُس بچے کو چھینا) تو وہ گھبرائی (تو اللہ تعالیٰ نے دُودھ پیتے بچے کو گویائی عطا فرمائی)۔ اُس نے (اپنی ماں سے) کہا؛ امی جان اَفسوس نہ کریں۔ کیوں کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے۔" دادو کے آنسو ایک لڑی کی صورت بہ رہے تھے۔ بعدازاں ایک کے بعد ایک نبی آیا‘ یہاں تک کہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے‘ لوگ آپ پر ایمان لانے لگے۔ مشرکین سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس طرح تو کفار کی قوت ختم ہو جائے گی۔ آخر ایسا کیا کیا جائے کہ لوگ اللہ کو ماننا چھوڑ دیں۔ مگر ان کا ہر حربہ ناکام ہو گیا اور فتح مکہ کے بعد چہار سو اسلام کا پرچار ہوا۔ اللہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نبوت کی مہر لگادی کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

فتح مکہ کے بعد مشرکین محض ایک مٹھی برابر رہ گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مشرکین کو انوکھی ترکیب سوجھی۔ ان کا پہلا وار ناکام گیا تھا۔ تب وہ کہتے تھے: "ہمیں ابراہیم علیہ السلام سے کوئی مسئلہ نہیں. آپ ان کے دین کی پیروی کرنا چھوڑ دیں۔"

ان کا جب یہ وار خالی گیا تو انھوں نے دوسرا وار آزمایا۔ اب وہ کہتے ہیں: "ہمیں دین اسلام سے کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا چھوڑ دیں۔" مقصد وہی ہے‘ بس وار کرنے کی تکنیک بدل گئی ہے۔

"تو کیا وہ اس میں کامیاب ہو گئے دادو۔ کیا لوگوں نے ان کی بات مان لی؟"

اس کے ننھے ذہن میں جھماکے ہونے لگے۔ "اس بات پر عمل کروانے کے لیے انھوں نے نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد ایک جھوٹے شخص مسیلمہ کذاب کو تیار کیا اور کہا: "یہ نبی ہے۔" پھر چہار سو ختم نبوت کا اعلان کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق نے مسیلمہ کذاب کو جنگ یمامہ میں بری طرح شکست دی۔ یہ بات حرف آخر ہے‘ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔ تب ماؤں نے جنگ یمامہ میں ختم نبوت کے پرچار کے لیے اپنے بے تحاشا بہادر قربان کیے اور بالکل اسی طرح 1953ء میں پاکستان میں جب قادیانیت زور پکڑنے لگی تو ماؤں نے اسی طرح اپنے نور چشم قربان کیے‘ جیسا کرنے کا حق تھا۔ لیکن پھر قربانیاں رنگ لائیں اور 7 ستمبر 1974ء میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے خارج از اسلام ہونے پر مہر لگادی۔ یہ فیصلہ ہو گیا تب سے قادیانی آئے روز نئی سازشیں کرتے رہتے ہیں‘ ان کا مشن ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ختم نبوت کا منکر بنانا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کرنا۔ اور ان کی کوشش ہے قومی اسمبلی کا فیصلہ تبدیل کروالیں‘ لیکن ہم نے اس فیصلے پر پہرا دینا ہے ان شاء اللہ!

قادیانی پیسا پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مذہب کی تبدیلی پر یہ ڈھیروں مال و دولت سے نوازتے ہیں اور یہ لوگ ایک جھوٹے مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارے ملک میں غربت بہت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے ان کا دوسرا وار طول پکڑ رہا ہے کیوں کہ خالی پیٹ کی سب سے بڑی فکر ایک روٹی ہوتی ہے. کچھ لوگ پیٹ کی خاطر ایمان کا سودا کر دیتے ہیں. لیکن ہم کل بھی ان کو جانتے تھے۔ ہم آج بھی ان کو جانتے ہیں۔ ماؤں نے کل بھی ختم نبوت پر اپنے بہادر قربان کیے تھے۔ وہ آج بھی کریں گی۔ ہم ان کے دوسرے وار کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔" دادو نے اٹھ کر قرآن پاک کو چوما۔ پھر تصور ہی تصور میں اپنے لخت جگر کو مخاطب کر کے کہنے لگیں: "میں تمھیں یاد کر کے نہیں رو رہی میرے لعل۔ کیوں کہ شہیدوں کی مائیں رویا نہیں کرتیں۔"

تبھی گلی میں سے ایک جلوس گزرا۔ ٹیپ ریکارڈر پر اونچی آواز میں گواہی دی جا رہی تھی۔

"میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

ارحم نے بھی دل پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی گواہی دی۔ "ختم نبوت پر جان بھی قربان ہے۔"

میں بہت چھوٹی تھی‘ تب سے لوگ مجھ سے پوچھا کرتے تھے‘ میں کس ذات سے ہوں۔ یہ لفظ کیا ہوتا ہے اور یہ ذات کیا ہوتی ہے؟ میں جانتی بھی نہیں تھی۔ بچپن سے یہی سیکھا تھا کہ ہم صرف مسلمان ہیں‘ اس لیے جواب میں ہمیشہ مسلمان ہی کہہ دیتی تھی۔

کبھی غور نہیں کیا‘ یہ ذات کیا ہوتی ہے۔ اب غور کرتی ہوں تو لگتا ہے کہ ذاتیں تو صرف دو ہوتی ہیں۔

ایک رب کی ذات اور ایک انسان کی ذات۔

انسان کی ذات کو قوموں اور برادریوں میں بانٹ دیا‘ لیکن ہم تو انسان ہیں‘ ہم نے اس تقسیم کو پہچان کے دائرے سے نکال کر‘ خود غرضی‘ غیرت کے پیمانے سے اونچی اور نیچی ذات بنالیا‘ پھر ہمیں بچپن سے ہی بتادیا جاتا ہے تم اس ذات کے ہو تمھیں اپنے جیسوں کے ساتھ رہنا ہے۔ ذات سے باہر شادی نہیں کرنی کیوں کہ وہ ہمارے جیسے نہیں۔

"تم کس ذات سے ہو؟" اس سوال سے لے کر۔۔۔۔

"تم میری ذات کے نہیں ہو" اس جواب تک انسان نے خود کو ذات کا قیدی بنالیا ہے۔ پہچان کی جگہ انسان نے فرق پیدا کر دیا ہے۔

بنانے والے نے سب کو برابر بنا کر بھیجا ہے جبکہ انسان نے ہی خود کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا کر دیا ہے۔

افسوس کے انسانی ذات نے خود کو ذاتوں میں بانٹ دیا ہے۔

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں‘ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو! درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے‘ جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے‘ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

Taste Like Never Before

SunRise

علی آج سرپرائز دینے کے چکر میں بغیر بتائے عبداللہ کی طرف آیا تھا- آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو کمرہ خالی اور غسل خانے سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی-

''اوہ! آج کمپیوٹر کھلا ہے، ورنہ یہ تو مجھے کبھی بھی پاسورڈ نہیں بتاتا..'' علی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا، مگر جوں ہی اس نے کمپیوٹر پر کچھ دیکھنا شروع کیا، اس کی نظریں غصے اور حیرت سے پھیلتی چلی گئیں-

اسی لمحے دروازہ کھلا اور عبداللہ باہر آیا اور تیر کی سی تیزی سے لپک کر کمپیوٹر بند کر دیا-

''میں اتنے عرصے میں جان ہی نہ سکا کہ تم قادیانی بن چکے ہو، سوشل میڈیا پر لوگوں کو قادیانیت کی تبلیغ کرتے اور انہیں مرتد بناتے ہو!'' علی روہانسی آواز میں چیخا-

''یار.....! تم میری جان میرے دوست ہو، اگر تمہیں پتا چل جاتا تو تم مجھے چھوڑ دیتے اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا-''

''چھوڑ تو میں تمہیں اب بھی دوں گا... میں ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے والے کو ماننے والے کا ہر گز دوست نہیں ہو سکتا.. میرے لیے پہلے میرے آقا علیہ السلام ہیں، پھر کوئی اور-- خواہ وہ میرے ماں باپ ہی ہوں اور آج کے بعد میرا تمہارا تعلق ختم'' علی نے عبداللہ کا کندھے پر رکھا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا باہر نکل گیا- یہ دیکھے بغیر کہ اس کے پیچھے لپکتا عبداللہ اچانک چکرا کر گرا ہے- اگلے دن علی کو پتا چلا کہ عبداللہ برین ہیمبرج کی وجہ سے آئی سی یو میں ہے-

وہ اس کا بچپن کا ساتھی تھا، یہ درست تھا کہ والدین کے ایک حادثے میں انتقال کر جانے کے بعد اس کی سرگرمیاں کچھ مشکوک ہو گئی تھیں مگر اسے پیار سے سمجھانا چاہیے تھا تاکہ وہ اس کا جنت کا ساتھی بھی بنتا، اب اس کی بیماری کا سن تو رہ نہ سکا اور ہسپتال چلا آیا-

''ماشاءاللہ.. ضرور جاؤ! آپ ﷺ رحمت العالمین ہیں.. کرم ہی کرم... عطا ہی عطا'' ایک جذب کی کیفیت میں علی آنکھیں موندے بولا- عشقِ رسول چہرے پر موجزن تھا-

ٹھیک ایک مہینے کے بعد عبداللہ مدینہ پہنچا- نہا دھو کر صاف ستھرا ہوا اور درود پڑھتا ہوا مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوا- وہ مسجد میں داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ اسے کسی نے پیچھے دھکا دے دیا اور وہ گر گیا، اسے لگا یہ اس کا وہم ہے، مگر جب بار بار یہی معاملہ پیش آیا تو وہ مسجد کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا-

اسے یہاں بیٹھے سترہ دن گزر چکے تھے- سوائے رفع حاجت کے وہ یہاں سے نہیں ہلا تھا- بھوک ستاتی تو لوگوں کے دیے کھانے کے دو چار لقمے زہر مار کر لیتا ورنہ مدہوش پڑا رہتا جب ذرا ہوش آتا تو مسجد میں جانے والوں کے پاؤں پکڑ لیتا ''اندر جا رہے ہو بابا سے کہو مجھے معاف کر دیں- میری سزا ختم کر دیں-''

آج بھی وہ حسب معمول مدہوش پڑا تھا جب کسی نے اس کا کندھا ہلایا:

''سنو! تمہارا بلاوا آیا ہے'' عبداللہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں

''بلاوا آ گیا! اجازت مل گئی! مجھے اندر جانے کی اجازت مل گئی! مگر تم کون ہو؟''

''میں مزمل ہوں اور اندر جانے کے لیے تمہیں لینے آیا ہوں مگر آؤ پہلے نہا دھو کر تیار ہو جاؤ-''

کچھ ہی دیر میں عبداللہ لرزتے دل کے ساتھ مزمل کے ساتھ مسجد نبوی کے دروازے سے گزر رہا تھا مگر اس بار اسے دھکیلا نہیں گیا- وہ دونوں اب سلام پیش کرنے کے لیے درود پڑھتے ہوئے ریاض الجنہ کے سبز قالینوں پر سے گزر رہے تھے- مزمل نے عبداللہ کو کندھے سے پکڑا ہوا تھا اور عبداللہ جیسے بھاری پڑتے وجود کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا- پسینہ پسینہ وجود

خیراتِ عشق

عائب ذوالقرنین

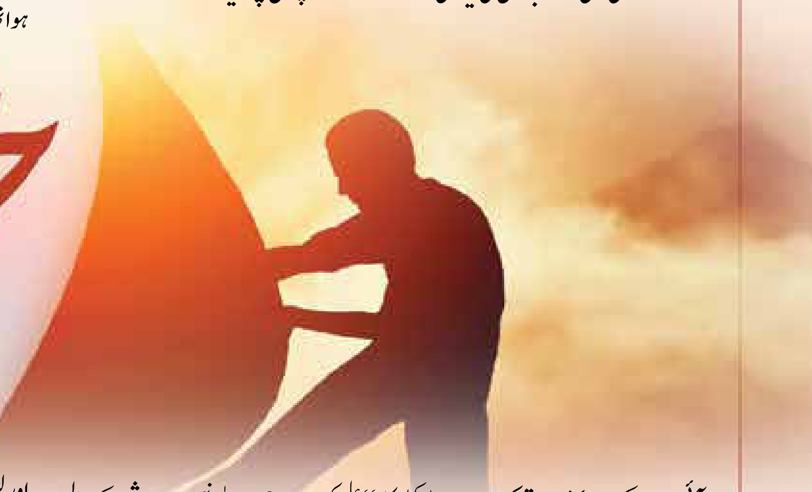

آئی سی یو کے باہر پہنچا ہی تھا کہ اندر سے ڈاکٹر نکلا'' علی کون ہے؟ عبداللہ نیم بے ہوشی کے عالم میں اسے پکار رہا ہے-''

''میں ڈاکٹر صاحب!'' علی نے بے تابی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا-

''اندر جائیں ممکن ہے آپ کی آواز سن کر وہ جلد ہوش میں آ جائے-''

''عبداللہ... عبداللہ! آنکھیں کھولو، دیکھو میں آ گیا ہوں-'' علی نے بے ساختہ عبداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا-

''ع...ع... علی تم آ گئے.. میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا میں سب کو چھوڑ دوں گا-'' آواز اتنی آہستہ تھی کہ علی کو سننے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی- عبداللہ نے دھیرے سے آنکھیں کھول دی تھیں-

''میں آ گیا ہوں، اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ-''

اور عبداللہ نے نقاہت بھرے انداز سے مسکرا کر آنکھیں موند لیں-

علی کی کئی ہفتوں کی تیمارداری اور ذہن سازی سے عبداللہ اب بالکل ٹھیک تھا- ایک دن عبداللہ نے علی سے کہا:

''علی! میں پیسوں کے لالچ میں قادیانی بن گیا تھا.. میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ تا رہتا ہوں مگر اب میں اپنے آقا علیہ السلام سے معافی مانگنے مدینے جانا چاہتا ہوں- وہ مجھے معاف تو کر دیں گے نا؟'' بے یقینی کی کیفیت میں بولا-

اور لڑکھڑاتے جسم کے ساتھ وہ اب جالیوں کے سامنے تھا- دل میں اک درد سا اٹھا عبداللہ نے ایک ہاتھ دل پر رکھا، اسے لگا اس کا سانس رک رہا ہے، دباؤ بڑھ چکا تھا اور ضبط ٹوٹ چکا تھا- آنسو زخم دل بیان کر رہے تھے اور کریم آقا ﷺ سن رہے تھے:

''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت کا سب سے کمتر امتی محمد عبداللہ آپ کو سلام پیش کرتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' شدتِ تکلیف سے الفاظ ٹوٹنے لگے تھے

''م...م... مجھے اپنی سب غلطیوں کا اع.... اع... اعتراف ہے اور آپ کے رحمت العالمین ہونے کا یقین ہے.. میں لوگوں کو آپ سے دور کرتا رہا مگر.. ا-- اب.. م.. میں آپ کے قریب رہنے آیا ہوں، مجھے خیرات چاہیے مجھے م.... م.... معاف فرما دیں اور میری معافی...''

شکستہ دل پر ایک دم بوجھ بڑھ گیا تھا- سانس رکنے لگی تھی مگر ابھی مدعا بیان کرنا باقی تھا-

''بقیع میں دو گز زمین کا طلب گار ہوں، آپ کے قدموں کی خیرات.. مجھے آپ کے قدموں کی خیرات چاہیے بقیع کی د د د د دو... گگگز ز ز مین..'' وہ دل پر ہاتھ رکھے گرتا چلا گیا، سانس رک چکی تھی مگر اتنا نوازا جا چکا تھا کہ کشکول چھوٹا پڑ گیا تھا.. عبداللہ کے چہرے کی مسکراہٹ اس کو معاف کر دیے جانے کے ساتھ بقیع میں دو گز زمین کی خیرات کا عندیہ دے رہی تھی-

صدقے کی برکات

ارم شمیم

ایک خاتون جب بیاہ کر سسرال آئیں تو اس گھر میں اتنی غربت تھی کہ دو وقت چولہا بہت مشکل سے جلتا تھا، اور ان خاتون کے آنے کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں اس گھر کے حالات تبدیل ہونا شروع ہو گئے۔ یہ دیکھ کر نہ صرف آس پاس کے گھرانے بلکہ پورے گاؤں کے لوگ حیران تھے کہ ایسی کیا بات ہوئی ہے کہ ان کے حد سے بگڑے ہوئے معاشی اور گھریلو حالات میں اچانک اتنی تبدیلی آ گئی۔ کہاں پہلے مشکل سے دو وقت کی روٹی میسر آتی تھی اور کہاں اب یہ عالم تھا کہ کوئی سائل اور ضرورت مند گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ اسی محلے میں سلیم بھی رہا کرتا تھا، جو ایک نو عمر مگر بہت نیک اور سلیم الطبع لڑکا تھا۔ سلیم کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح بڑا تجسس تھا، ایک دن وہ اس تبدیلی کا سبب معلوم کرنے کے لیے چچا نذیر سے ان کی دکان پر ملنے چلا گیا۔ چچا نذیر ان خاتون کے شوہر تھے، جن کے آنے کے بعد اس گھر کے حالات تبدیل ہونا شروع ہوئے تھے۔

نذیر چچا کی دکان کلکتہ شہر کے ایسے علاقے میں تھی، جو بہت زیادہ معروف اور مشہور حیثیت نہیں رکھتا تھا، ان کی دکان کے سامنے کھیل کا ایک بڑا سا میدان تھا۔ سلیم جس وقت ان کی دکان پر پہنچا، نذیر چچا پان بنانے اور لگانے میں مصروف تھے۔ نذیر چچا سلیم سے مل کر بہت خوش ہوے، انہوں نے اسے دکان میں اوپر بلا کر پاس بٹھا لیا۔ باتوں ہی باتوں میں سلیم ان سے پوچھنے لگا: ''چچا بس آپ کی یہی چھوٹی سی دکان ہے؟ یا کوئی اور کاروبار بھی کرتے ہیں آپ!'' وہ بولے: ''ہاں ..بیٹا! اللہ تعالیٰ اسی میں خیر و برکت دیتا ہے۔'' سلیم نے ان سے کہا: ''چچا پورے گاؤں میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ آپ کے گھر سے کوئی خالی نہیں جاتا. اور سب یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے حالات میں بہت تیزی سے یہ تبدیلی آئی ہے۔ ہمیں معلوم ہے چچی سب سائلوں اور مانگنے والوں کو مٹھی بند کر کے ریزگاری دیا کرتی ہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے؟

چچا نذیر نے مسکرا کر سلیم کو دیکھا اور بولے: ''بیٹا! وہ ایسا اس لیے کرتی ہیں کہ ان کے پاس ضرورت مندوں کو دینے کے لیے ریزگاری ہی ہوتی ہے. یہ کہتے ہوئے نذیر چچا نے دکان میں رکھے ہوئے ایک ٹین کے ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ ''وہ ڈبہ دیکھتے ہو؟'' سلیم نے ہاں میں سر ہلایا۔ چچا نذیر اسے بتانے لگے: ''تمھاری چچی جب بیاہ کر میرے گھر آئیں تو ہمارے حالات دیکھ کر انہیں بہت تشویش ہوئی، چند دن وہ دیکھتی رہیں پھر ایک دن انہوں ایک مشورہ دیا، پہلے پہل تو مجھے مشورہ ایسا ہی لگا، لیکن پھر میں نے اللہ کا نام لے کر تمھاری چچی کے مشورے کے مطابق یہ معمول بنا لیا تب سے آج تک میری یہ عادت بن گئی ہے کہ روزانہ جو بِکری ہوتی ہے، شام کو اس کا حساب کر کے ہر روپے پر ایک پیسا غریبوں کے لیے نکال کر اس ڈبے میں ڈال دیتا۔ جب یہ ڈبا بھر جاتا ہے تو تمہاری چچی کے پاس بھجوا دیتا ہوں۔

چچا نذیر سے یہ سب سننے کے بعد سلیم پر یہ راز کھل گیا تھا کہ پڑوس میں رہنے والی چچی کی خوش حالی اور سخاوت کا راز کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گاؤں میں کوئی بھی مسافر اگر مسجد میں قیام کرتا ہے تو امام صاحب چچی کے گھر خبر بھجوا دیتے ہیں، مسافر کا کھانا چچا نذیر کے گھر سے ہی آیا کرتا ہے۔

سلیم کو پتا چلا نذیر چچا گھریلو اخراجات کے لیے ہر ماہ چار سو روپے چچی کو دیا کرتے ہیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب اعلیٰ قسم کا چاول ایک روپے کا دس سیر، گائے کا گوشت چھ پیسے میں ایک سیر ملا کرتا تھا. ارزانی کے اس دور میں بھی جس گھر کے ماہانہ اخراجات چار سو روپے ہوں وہ گھر کتنا خوش حال ہو گا۔ بقر عید کے موقع پر قصاب گاؤں میں جھنڈ کے جھنڈ گائے بیل فروخت کرنے آتے۔ گاؤں پہنچ کر وہ سب چچی کے پاس جاتے، اس لیے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ قربانی کے لیے ان سے زیادہ موٹا تازہ جانور گاؤں میں کوئی اور نہیں خریدے گا. یہ اس گاؤں کا حال تھا، جہاں بڑے بڑے زمین دار بھی تھے. اعلیٰ عہدوں پر فائز حضرات بھی. خان بہادر، ڈاکٹر، انجینئر بھی، مگر اللہ کی راہ میں دینے اور لٹانے والی صرف وہ خاتون تھیں، جنہیں سلیم چچی کہا کرتا اور اس کی دیکھا دیکھی محلے بھر کی وہ چچی بن گئی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ صدقے کی برکت سے اس خاتون کے آنے کے بعد وہ گھر گاؤں کا سب سے مخیر اور ضرورت مندوں کے کام آنے والا بن گیا تھا۔ اس راز کو سمجھنے اور پانے کے لیے ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے. اس راز کو تو اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے قرآن حکیم میں کھول کر بیان کر دیا. ارشاد ربانی ہے۔

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے ساتھ بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں'' (البقرہ)

''کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تا کہ اللہ اسے بڑھا کر کئی گنا واپس کرے'' (الحدید)

جُنید امِین

جُنید امِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

آلو میاں کی تیر اندازی

آنہ بخاری

سورج طلوع ہوا تو سب دکان دار منڈی سے سبزیاں خریدنے کے بعد اپنے گاؤں واپس آگئے تھے۔ سبزی والے بشیر چچا بھی تازہ پھل اور سبزیاں لے کر آئے تھے اور ساری چیزیں اپنی دکان میں سجا رکھی تھیں۔ اب چوں کہ گرمی بڑھنے لگی تھی اس لیے وہ وقفے وقفے سے ان پر پانی چھڑک رہے تھے تاکہ سبزیاں تازہ رہیں۔

"اوئے کڑوے کریلو!" جیسے ہی بشیر چچا نے دوسری بار چھڑکاؤ کرنا شروع کیا تو کریلوں نے ایک آواز سنی۔ سب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو بوری میں موجود ایک موٹا تازہ آلو ہنستے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ انہیں پتا چل گیا کہ اسی نے آواز دی تھی۔

"کریلے کڑوے ہی ہوتے ہیں۔" کریلوں میں سے ایک اسمارٹ اور سر سبز و شاداب کریلے نے آلو میاں کے لہجے میں ہی جواب دیا تھا۔ کریلے میاں کے اس جواب پر سب کریلے ہنسنے لگے۔

"ہاں ہاں تم سب کریلے کڑوے ہی ہوتے ہو' اس لیے تمہیں کوئی نہیں خریدتا۔" آلو میاں نے ان پر طنز کرتے ہوئے کہا تھا۔ یہ سن کر آلو میاں کے دوستوں نے قہقے لگائے۔

"کیوں نہیں خریدے گا کوئی؟ دیکھو ہم کتنے خوب صورت ہیں اور بشیر چچا بھی ہماری صفائی کا پورا خیال رکھ رہے ہیں۔"

کریلے میاں نے خوش ہو کر کہا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔ تم صرف نہاتے ہی رہنا۔" آلو میاں نے کہا اور ظالم جن کی طرح خوف ناک قہقے لگانا شروع کر دیے۔ ان سب کی باتوں سے بے خبر بشیر چچا گاہکوں کا انتظار کر رہے تھے۔

"تو کیا ہوا؟ نہانا اچھی بات ہے۔ تم خود کو دیکھو ذرا میلے کچیلے ہو۔ ساری مٹی لگی ہوئی ہے تمہیں۔" کریلے میاں بھی کسی سے کم نہیں تھے۔ انہوں نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"تم صاف ستھرے رہتے ہوئے بھی اسی دُکان میں گل سڑ جاؤ گے۔ دیکھ لینا تمہیں کوئی نہیں خریدے گا اور آخر میں کوڑا دان تم سب کو ہڑپ کر لے گا۔" آلو میاں نے مزے لیتے ہوئے' انہیں ڈرانے کی کوشش کی۔

"سسسس۔۔ سسسس" اتنے میں سسکیوں کی آواز آنے لگی۔ کریلوں نے اپنے اِرد گرد دیکھا تو انہیں پتا چلا کہ یہ تو ٹینڈے میاں کی آواز ہے۔ انہوں اب ٹینڈے میاں کو حیرت سے دیکھنا شروع کر دیا اور ان سے رونے کی وجہ پوچھی۔ "ارے ٹینڈے میاں آپ کیوں رو رہے ہیں؟"

کریلے میاں نے جیسے ہی پریشان ہو کر ٹینڈے میاں سے سوال کیا تو سارے آلو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

"اوئے کڑوے کریلے! یہ بے چارے ٹینڈے تین دن سے یہاں نہانے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کو کوئی نہیں خریدتا۔ ہمارے دوست آلو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ ابھی تم دیکھنا ہم سب کو بھی کوئی لے جائے گا۔"

آلو میاں نے مذاق اڑاتے ہوئے ٹینڈے میاں کے رونے کی وجہ بتائی۔ کریلے میاں نے آلو کی بات سن کر ٹینڈے میاں کی طرف دیکھا۔

"آلو میاں ٹھیک کہہ رہے ہیں کریلے میاں۔ میں تین دن سے یہاں موجود ہوں لیکن کسی نے بھی مجھے خریدنے کی بات نہیں کی۔ کیا میں اتنا بدذائقہ ہوں؟" ٹینڈے میاں نے اسے ساری بات بتائی اور آخر میں احساس کمتری میں مبتلا ہو کر رونے لگے۔

"تم پریشان نہ ہو میرے بھائی۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" کریلے میاں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تاکہ وہ دوبارہ نہ رونا شروع کر دے۔

"کیسے پریشان نہ ہوں کریلے بھائی؟ مجھے پتا ہے میں کسی کو پسند نہیں۔ بچے ہوں یا بڑے' سب لوگ میرے نام سے چِڑتے ہیں۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا؟" ٹینڈے میاں کا دکھ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی اپنی بے قدری پر دکھی تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ آلو میاں کے طنز اور مذاق کے تیروں نے اسے زیادہ دکھی کر دیا۔ کریلے میاں کو اب اس موٹے آلو پر غصہ آ رہا تھا

"تم بہت برے ہو آلو میاں۔ تم نے اپنی برتری ثابت کرنے کے چکر میں ٹینڈے میاں کو رُلایا۔" کریلے میاں نے دکھ اور افسوس سے کہا تھا۔

"جاؤ جاؤ کڑوی مخلوق۔ تم اپنی راہ لو۔ کچھ دیر بعد تم بھی اس کے ساتھ بیٹھے رو رہے ہو گے۔"

آلو نے غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔ ابھی یہ لڑائی چل ہی رہی تھی کہ کسی کے سلام کرنے کی آواز آئی۔ چچا بشیر کی دکان میں ایک گاہک داخل ہو رہا تھا۔ ساری سبزیاں خوش ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"جی ملک صاحب! حکم کیجیے۔" بشیر چچا نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا تھا۔

"یار بشیر آج تین کلو ٹینڈے تول دو۔ بیگم صاحبہ نے اچار بنانے کی ٹھان لی ہے۔" گاہک نے ٹینڈوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو ٹینڈے میاں خوش ہونے لگے۔

"ٹینڈوں کا اچار کیسے؟" چچا بشیر نے حیرت سے منہ کھولا اور ہمت کر کے سوال بھی کر ڈالا۔

"جی بالکل۔ بہت مزے دار اچار بنتا ہے۔ ٹینڈے دھو کر انہیں دو حصوں میں کاٹ لیتے ہیں۔ اگر سخت بیج ہوں تو وہ بھی الگ کر لیتے ہیں نہیں تو ایسے ہی رہنے دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ٹینڈے ابال کر ان میں مصالحے اور تیل ڈالا جاتا ہے۔ بھئی جس طرح گاجر کا اچار بنایا جاتا ہے' بالکل اسی طرح ٹینڈے کے اچار کی ترکیب ہے۔"

ملِک صاحب نے لگے ہاتھوں اچار بنانے کی ترکیب بھی بتا دی تھی۔ یہ سنتے ہی چچا بشیر کے منہ میں پانی آ گیا اور ان کا جی ایسا للچایا کہ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

"واہ ملک صاحب! پھر میں بھی آج ٹینڈے گھر لے جاؤں گا اور اچار بنواؤں گا۔" انہوں نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔ یہ سب باتیں سن کر ٹینڈے میاں خوشی سے جھومنے لگے اور اللہ کا شکر بجالائے۔ کریلے میاں نے انہیں خوشی سے مبارک باد دی۔

"بہت مبارک ہو ٹینڈے میاں۔۔ مبارک مبارک۔" کریلے میاں کی دیکھا دیکھی سب سبزیوں نے ٹینڈے میاں کو مبارک باد دینا شروع کر دی۔ "کیوں آلو میاں؟ اب بولتی بند ہو گئی؟" کریلے میاں نے مسکراتے ہوئے آلو میاں کو چڑایا۔

"ٹینڈوں کا اچار بن جائے گا لیکن کریلوں کا اچار بھی نہیں بنتا کڑوے میاں۔" آلو میاں جو غصے سے پھول کر کپا بنے بیٹھے تھے، پھر سے کریلے میاں کے گلے پڑنے لگے۔ آلو میاں کی اس بات پر کریلے میاں ذرا پریشان ہو گئے۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور آواز نے بشیر چچا کے ساتھ ساتھ سبزیوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

"ماشاءاللہ شاہ صاحب آج کیا خریدیں گے؟"

بشیر چچا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ وہ جب بھی آتے، کافی زیادہ پھل اور سبزیاں لے کر جاتے تھے۔

"ایک تربوز اور دو کلو آم دے دو ساتھ ہی آدھا کلو آلو تول دینا۔"

شاہ صاحب نے سب چیزوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا تو آلو میاں خوشی سے گول گپا بن گئے جب کہ کریلوں کے چہرے اتر گئے۔ وہ اداس ہونے ہی لگے تھے کہ پھر آوازیں آنے لگی تھیں۔

"صرف آدھا کلو آلو؟" بشیر چچا نے حیرت سے سوال کیا تھا۔ اب شاہ صاحب کا جواب سننے کے لیے بشیر چچا کے ساتھ ساتھ سبزیاں بھی ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

"ہاں یار۔۔۔ بس آلو گوشت پکانے کا ارادہ ہے اس لیے بس تھوڑے سے ہی ضرورت ہیں۔" شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا تو بشیر چچا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے موٹا تازہ آلو اٹھایا اور اسے تولنے لگے۔ وہ آدھا کلو ہی تھا اس لیے باقی آلو ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اب آلو میاں شاپر کے اندر سے ہی کریلوں کو چڑانے میں لگے تھے۔ "دیکھ لو کڑوے کریلو۔ میں تو چلا شاہ صاحب کے گھر کے سالن کی زینت بننے۔ تم یہاں پڑے سڑتے رہو۔"

جاتے جاتے بھی آلو میاں کو سکون نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے آج غرور کی حد ہی پار کر دی تھی۔

"ماشاءاللہ کریلے آج لائے ہو بشیر؟ تازہ لگ رہے ہیں۔" کریلوں کو دیکھتے ہی شاہ صاحب نے ان کے بارے میں سوال کیا کیوں کہ انہیں کریلے بے حد پسند تھے۔ "جی جی شاہ صاحب! صبح ہی لے کر آیا ہوں۔ یہ دیکھیے ایک دم تازہ ہیں۔" بشیر چچا نے چہکتے ہوئے ایک کریلا اٹھا کر اس کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔

"واقعی کافی اچھے معلوم ہو رہے ہیں پھر ایک کلو یہ بھی تول دو۔"

شاہ صاحب نے کہا تو بشیر چچا نے خوش ہوتے ہوئے سب چیزوں کے ساتھ ساتھ کریلے بھی تول دیے۔ اب باتیں سنانے کی باری کریلوں کی تھی لیکن انہوں نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ پھر سے آلو میاں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

شاہ صاحب گھر آئے تو ان کی بیگم نے الحمدللہ کہتے ہوئے شاہ صاحب سے پھل اور سبزیاں لے لیں۔ انہیں ایک بڑی سی ٹوکری میں ڈال کر رکھ دیا۔

"اوئے کڑوے کریلو!" آلو میاں کی زبان میں پھر سے کھجلی ہونے لگی تھی۔

"فرمائیے محترم۔" کریلے میاں نے جواب دیا تھا۔

"تمہارے نام سے شاہ صاحب کے بچوں کی جو شکلیں بنیں گی وہ دیکھ لینا۔ تم نہیں پکنے والے بھئی کڑوے برادران۔ لکھوا لو مجھ سے۔" آلو میاں نے طنزیہ مسکراہٹ سے کریلوں پر نمک چھڑکنے کی کوشش کی۔ اتنے میں ایک شور شروع ہوا اور وہ سب سہم کر آوازوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

شاہ صاحب کے دو بچے تھے۔ سات سالہ عروہ اور پانچ سالہ ارسل۔ وہ دونوں اسکول سے آچکے تھے۔ ارسل بھاگتے ہوئے آیا اور ٹوکری میں ہاتھ ڈال کر بڑا سا آم نکالنے لگا۔ اس چکر میں آلو میاں ٹوکری سے گرے اور لڑھک کر میز کے نیچے چلے گئے۔ ارسل نے منہ بنا کر آلو میاں کو دیکھا لیکن اسے اٹھا کر ٹوکری میں رکھنے کی بجائے اس نے آم اٹھایا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

کریلے میاں نے افسوس سے سر ہلایا جب کہ آلو میاں اب اندھیرے میں اوندھے منہ پڑے تھے اور پریشان ہوئے جا رہے تھے۔

"واؤ کریلے۔۔۔۔ امی آج آلو گوشت نہیں بلکہ کریلے گوشت بنالیں نا۔"

عروہ کی نظر ٹوکری پر پڑی تو اسے کریلے نظر آئے۔ اس نے خوش ہو کر فوراً فرمائش کر دی۔ عروہ کی فرمائش سُن کر آلو میاں کی پریشانی بڑھ گئی۔ جب کہ کریلے انتظار کرنے لگے کہ عروہ کی امی اب کیا جواب دیتی ہیں۔

"چلو ٹھیک ہے پھر، آج کریلے گوشت ہی پکا لیتے ہیں۔" امی نے مسکراتے ہوئے کہا تو عروہ کے ساتھ ساتھ کریلے بھی خوش ہو گئے لیکن آلو میاں اب دکھ سے رو پڑے تھے۔ وہ چچا بشیر کی دکان میں ہونے والی ساری باتیں یاد کر رہے تھے۔ اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ انہوں نے ٹینڈوں اور کریلوں کو بہت پریشان کیا۔ یہ ان کے بڑے بول بولنے کا پھل تھا کہ اب وہ میز کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔

"اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے سب کے ساتھ برا سلوک کیا۔" ابھی آلو میاں اپنی بات پر شرمندہ ہو رہے تھے کہ انہیں اپنے پاس چیونٹیاں آتی دکھائی دیں۔ "پلیز اللہ جی! یہ چیونٹیاں میری طرف نہ آئیں پھر میرا سالن کون بنائے گا؟ اللہ جی معافی دے دیجیے۔"

اب آلو میاں زور زور سے رونے لگے تھے۔ ان کی ہلکی ہلکی چیخ و پکار کریلے میاں کو بھی پہنچ رہی تھی۔

یہ سب کچھ سن کر کریلے میاں نے اپنے دوستوں کے کان میں کچھ کہا تو وہ سب مسکرانے لگے۔

شام ہوتے ہی کریلے پکانے کی تیاری ہونے لگی۔ ایک گھنٹے تک مزے دار سالن تیار تھا۔ شاہ صاحب اور بچوں نے بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا۔ "الحمدللہ بہت مزے دار۔۔۔ آہا کیا خوشبو ہے۔" شاہ صاحب نے پہلا نوالہ لیتے ہی کہا تھا۔ "واقعی بہت مزے دار ہیں ابو جی۔" عروہ نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اوئی۔۔۔ بہت کڑوے ہیں۔" ارسل نے منہ بناتے ہوئے کہا تو کریلے میاں خوش ہو گئے۔ ان کا منصوبہ اپنا کام کرنے لگا تھا۔ "امی جی میں نے نہیں کھانے کریلے۔" ارسل نے کہا اور سالن کی پلیٹ ایک طرف رکھ دی۔

"آلو بنا دیتے ہیں اپنے شہزادے کو۔" امی نے محبت سے کہا تو ارسل بھاگ کر کچن میں گیا اور میز کے نیچے سے آلو میاں کو نکال کر امی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ آلو میاں نے اپنی جان بخشی ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور کریلے میاں کے احسان کو سمجھتے ہوئے ان کا بھی شکریہ ادا کیا اور ان سے اپنے غلط رویے کی معافی مانگی۔ کچھ دیر بعد وہ سب کٹوری سے جھانکتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

خربوزے کا رنگ

ڈاکٹر الماس روحی

وہ شور کوٹ کا ایک درزی تھا جس کی بیوی زبیدہ تھی۔ جو بڑی سلیقہ منداور صبر و شکر والی عورت تھی۔ پورے گاؤں کے مردوں کے کپڑے حامد درزی کے پاس آتے تھے اور گاؤں کی ساری عورتیں اور بچے زبیدہ کے ہاتھ کے سلے کپڑے پہنتے تھے۔ وہ بڑے مضبوط بٹن لگاتی۔ صفائی سے کاج بناتی تھی۔ اس کی سلائی کا ٹانکا بڑا نفیس تھا۔ وہ ایک ہوشیار عورت تھی۔ ان کے تین بچے تھے۔ بتول دس سالہ لڑکی تھی، جو بڑی پھرتی سے گھر کے سارے کام صبح سویرے سمیٹ لیتی تھی۔ آٹھ سال کا اس کا بھائی قاسم تھا جسے وہ مدرسے اپنے ساتھ لے کر جاتی تھی۔ ٹیپو ابھی بہت چھوٹا تھا۔ بولنا سیکھ رہا تھا۔ وہ گھر میں کھیلتا پھرتا تھا۔ کاکا کا شور مچاتا تھا۔ زبیدہ اپنے بچوں کو صاف ستھرا رکھتی تھی اور انہیں پڑھانا چاہتی تھی۔ یہ مدرسہ اچھا تھا جہاں بچوں کو قرآن پڑھانے کے ساتھ ساتھ اردو لکھنا پڑھنا بھی سکھاتے تھے۔ وہ اپنے بچوں کو روز مدرسے بھیجتی تھی۔ بچے بھی ماں باپ کے فرماں بردار تھے۔

شام کو رنگ برنگے غبارے والا آتا اور آواز لگاتا۔ ''ہوا میں تیرنے والے، ست رنگی غبارے والے'' غبارے والے چاچا بچوں کو محبت کی نگاہوں سے دیکھتا۔ قاسم شور مچاتا۔ ''مجھے غبارہ لینا ہے۔ ہرا پیلا نیلا کوئی سا بھی۔'' زبیدہ اسے منع کر دیتی۔ ''نہیں بیٹا روز غبارے نہیں خریدتے۔ ابھی کل ہی تو گلابی رنگ کا غبارہ خریدا تھا۔'' قاسم منہ بسور کر بیٹھ جاتا۔ جانتا تھا اماں جان فضول خرچی نہیں کرتیں۔ اسے بیٹھے بیٹھے یاد آتا، ارے اس کے پاس تو بڑے چوزے تھے وہ تو بابا جان نے اسے لا کر دیے تھے۔ سبز، سرخ، نیلے، پیلے بھولے بھالے ڈربے کے اندر سے باہر آتے۔ اور کٹ کٹ کرتے قاسم کے پیچھے پیچھے دوڑتے۔ چوزوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے خود اپنا آپ بھی چوزہ لگتا۔ قاسم کو چوزوں کے کھیلتے دیکھ کر زبیدہ سوچتی اگر بچوں کو ذرا سمجھا دیا جائے تو بات مان ہی لیتے ہیں۔ زبیدہ نے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی تھی۔ کھانا قاسم اور بتول جب بھی کھاتے تو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے۔ سامنے کھانا آتے ہی ہاتھ ضرور دھوتے تھے۔ گھر میں جب بھی مہمان آتے تو دونوں بہن بھائی سب کو بتاتے ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا چاہیے۔

سب اس کے بچوں کی اچھی باتیں سن کر زبیدہ کی تعریف کرتے۔ محلے میں بھی عورتیں آپس میں کہتی ''اے سلیقہ تو زبیدہ کا ہے۔ مجال ہے جو گھر، بچے گندے دکھائی دیں۔ سارا دن لگی رہتی ہے بھئی۔ ہمت ہے اس کی، زیادہ کام کروں تو میری کمر ہی ٹوٹ جاتی ہے۔'' خالہ شکورن بولیں۔ تو سب عورتیں ہنسنے لگیں۔ وہ بہار کے موسم کی ایک صبح تھی۔ جب زبیدہ جلدی جلدی بچوں کو ناشتا کروا رہی تھی۔ اس نے اصلی دیسی گھی کے گرما گرم پراٹھے بنائے تھے۔ پیالوں میں گرم گرم چائے کے ساتھ سب ناشتا کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں خاندان کا ہر شخص ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا۔ برتن سمیٹتے ہوئے اس نے سب کو بتایا۔ ''آج مجھے بڑی حویلی جانا ہے۔ چودھری کی بیوی چودھرائن نے بلایا ہے۔ وہ مجھ سے کپڑے سلوانا چاہتی ہے۔ خالہ شکورن نے وہاں میری بڑی تعریف کی ہے۔'' حامد کی ماں بولی۔ ''بہو شکورن کی باتوں میں نہ آؤ سارا گاؤں جانتا ہے۔ وہ تو بی جمالو ہے بی جمالو۔ ادھر کی بات اُدھر کرتی ہے۔ لگاوا ہے لگاوا۔ کوئی بات ہو جائے بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہے۔'' حامد درزی کچھ سونے لگا۔ ''وہ عورت نہیں بلا ہے۔ غصہ اس کو اتنا آتا ہے۔ عورت ہو چاہے مرد اس کو رُلا دیتی ہے۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ ہر آدمی کو جوتے کی نوک پر رکھتی ہے۔ دین محمد نے اسے بتایا تھا۔ وہ اکثر اس دکان پر آتا تھا۔ وہ حویلی کا ملازم تھا۔ اکثر اسے چودھری اور چودھرائن کے غرور اور دکھاوے کے قصے سناتا تھا۔ اتنے میں زبیدہ نے چادر اوڑھتے ہوئے بیٹی کو آواز دی۔ ''بتول آج مدرسے کی چھٹی ہے۔ تم ذرا چاول سے کنکر نکال لینا۔ دوپہر میں آ کر کھچڑی بناؤں گی۔ قاسم کو مدرسے کا سبق بھی یاد کروا دینا اور ہاں دادا جی کو حقّہ اور دادی جی کی چائے یاد سے دے دینا۔'' دادا جی صحن کی کیاری صاف کر رہے تھے۔ زبیدہ نے جانے کے لیے چادر سنبھالی تو درزی حامد بولا۔ ''

زبیدہ چودھرائن بدمزاج عورت ہے۔ تو اس کے کپڑے مت سینا۔ کوئی بہانہ بنادینا اور منع کردینا۔"

"ہاں ہاں اماں ابا ٹھیک کہہ رہے ہیں چودھری کا بیٹا میرے مدرسے میں پڑھتا ہے ہر بچے کو مارتا ہے انہیں پیسے کا غرور ہے۔" زبیدہ نے قاسم کی طرف دیکھا۔ "چلو ہٹو پیسے کا کیا غرور چودھرائن نے مجھے بلایا ہے۔ دیکھتی ہوں جاکر کہ کیا کہہ رہی ہے ظاہر ہے مجھ درزن سے کیا کام ہوگا۔ کپڑے ہی سلوانا ہوں گے۔ وہ چودھرائن ہے سلائی اچھی دے گی۔ گھر میں ابھی نلکا لگوانا ہے۔ کنویں سے پانی لالا کر میری تو کمر ہی ٹوٹ گئی ہے۔ گاؤں کی یہ سڑیل عورتیں سلائی تو دیتی ہیں۔ مگر مر مر کے وہ چودھرائن ہے۔ سلائی اچھی دے گی۔" زبیدہ یہ کہہ کر چلی گئی۔ حامد درزی اسے جاتا دیکھ کر بیٹھا رہ گیا۔ وہ کب رکنے والی تھی۔ اس کے بھی کچھ خواب تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ زبیدہ واقعی اچھی سلائی کرنے لگی تھی۔ حامد سے اچھا کپڑا سیتی تھی۔ جمی ہوئی سلائی تھی۔ کپڑے کی کٹائی سے لے کر سلائی تک میں ایک سلیقہ تھا۔ گلہ پٹی نفاست سے لگاتی تھی۔ بٹن لگانے' کاج بنانے' چاک موڑنے میں اس کی صفائی نظر آتی ہے۔ معمولی سا معمولی سا کپڑا بھی اس کی سلائی کے بعد قیمتی ہوجاتا تھا۔ بڑے سے بڑا درزی پیچھے رہ گیا تھا۔ خود اس کے شوہر حامد کی سلائی بھی اس کے آگے کچھ نہ تھی۔ چودھرائن جو کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ وہ زبیدہ کی سلائی دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اور اسے سلائی کے دوگنے پیسے دیے اور اس کی خاطر و مدارت بھی کی۔ زبیدہ چودھرائن کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت حیران تھی۔ اچھا ایک عورت ایسے بھی رہتی ہے۔ اتنی بنی سنوری اور اتنے سارے نوکروں پر حکم چلانے والی۔ اب تو زبیدہ صرف چودھرائن کے ہی کپڑے سینے لگی۔ گاؤں کی اور عورتیں اس سے شاکی رہنے لگیں۔ "ہاں بھئی اب تو چودھرائن کے ہی کپڑے سیے جائیں گے۔ وہ سلائی بہت دیتی ہے نا!"

حویلی میں زبیدہ کا کیا آنا جانا ہوا۔ زبیدہ خود کو چودھرائن سمجھنے لگی۔ اب اس کا بھی جی چاہتا کہ چودھرائن کی طرح وہ بھی رہے۔ وہ بنی سنوری پلنگ پر بیٹھ کر دوسروں پر حکم چلائے۔ مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ ناممکن تھا۔ بھلا کہاں چوہدرائن اور کہاں زبیدہ درزن لیکن پھر بھی زبیدہ نے چوہدرائن کی طرح بننا سنورنا شروع کیا۔ گاؤں کی عورتیں اس کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حیران تھیں۔ گاؤں کی ایک دکان سے آئے دن وہ سرخی پاؤڈر خریدتی۔ بڑے بڑے جھمکے پہنتی' بڑا سا پراندا بالوں میں ڈالتی' چمک دار کپڑے پلنگ پر پہنے بیٹھی رہتی ہے۔ نہ گھر میں اب وقت پر کھانا پکتا نہ بچے مدرسے جایا کرتے تھے۔ نہ گھر صاف ستھرا رہتا حامد کے والد' والدہ بوڑھے تھے۔ اکثر بھوکے سو جاتے۔ بچے بھی بھوک کے پیاسے باہر پھرتے رہتے۔ چولہا ٹھنڈا پڑا رہتا تھا آئے دن' حامد درزی کا گھر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

اس روز اس کے چھوٹے بیٹے ٹیپو کو بخار تھا۔ زبیدہ نے سارا دن دوائی نہیں دی اور نہ ہی بتول سے کہا۔ بس بنی سنوری کپڑے سیتی رہتی۔ حامد درزی گھر پہنچا تو اسے بخار میں لیٹے دیکھا تو اسے غصہ آگیا۔ گھر میں آج پھر کچھ نہیں پکایا گیا تھا۔ بچے بھوکے تھے' حامد درزی زبیدہ پر بہت ناراض ہوا۔ بس زبیدہ بس سنا تھا خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ آج دیکھ بھی لیا۔ وہ چودھرائن ہے اور تم ایک عام عورت ہو۔ تمہیں ہر کام خود کرنا پڑتا ہے۔ نوکر چاکر یہاں نہیں ہیں۔ بچوں کا حال برا ہوگیا ہے۔ بتول کو دیکھو وہ تمہیں دیکھ کر بدل رہی ہے۔ اسے بھی بننا سنورنا آگیا ہے۔ ہمیں نہیں چاہیے ایسے پیسے گھر کا سکون ہی ختم ہوگیا ہے۔ نہ وقت پر کھانا ملتا ہے نہ کپڑے دھلتے ہیں نہ گھر صاف ستھرا رہتا ہے۔ زبیدہ نے تڑخ کر کہا "دو پیسے آئیں گے تو گھر کے کام ہی نکل آئیں گے۔"

"زبیدہ سچ بتا کیا کام کیا ہے سوائے اس کے کہ تم چودھرائن جیسے کپڑے پہننے لگی ہو۔ چودھرائن کی طرح بولتی ہو چودھرائن کی طرح مغرور دکھتی ہو۔ جانتی ہو گاؤں کی عورتیں پہلے تمہاری تعریف کرتی تھیں اب کانوں کو ہاتھ لگاتی ہیں۔ اب ان سب کو تم سے شکایت ہے۔"

آج زبیدہ کو پہلی بار لگا وہ غلط تھی' اس نے بھی گاؤں میں عورتوں کی چہ میگوئیاں سنی تھیں۔ دیکھا زبیدہ کو۔ واقعی خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اب تو ماں کو دیکھ کر بتول کے بھی رنگ ڈھنگ بدل چکے تھے۔ وہ بھی بننا سنورنا چاہتی تھی۔ لوگ اسے بھی دیکھ کر یہ کہیں گے کہ ماں کا سا انداز اپنا لیا ہے۔ دیکھا خربوزے کو دیکھ کر یوں خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ واقعی چودھرائن ایک بری عورت تھی۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے سے اس کی عادت بھی بری ہوگئی۔ دوسرے روز اس چودھرائن کے کپڑے یہ کہہ کر واپس کردیے کہ اس کا بچہ بیمار ہوگیا ہے۔ اب اس کے پاس وقت نہیں ہے۔ آج کل زبیدہ صرف اپنے گھر کو دیکھتی ہے اور سادہ رہتی ہے کیوں کہ سادگی اللہ کو پسند ہے۔ بتول گھر کے کاموں میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی اور سادہ رہتی۔ گاؤں کی عورتیں پھر سے زبیدہ کے سلیقے کی تعریف کرنے لگیں۔

مشکل الفاظ

نفیس۔	صاف ستھرا
فرماں بردار۔	بات ماننے والے
ست رنگ۔	سات رنگوں والے
بی جمالو۔	گھر گھر بات کرنے والی
منہ بسورنا۔	روٹھنا' منہ بنانا
بلا۔	مصیبت
چہ میگوئیاں۔	چپکے چپکے برا بھلا کہنا

حوریہ بتول

سست کوّا

"ایک گھر کے چھوٹے سے باغیچے میں سفید کبوتر نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ گھونسلا کچن کے بالکل سامنے تھا۔ جب بھی کوئی کچن میں کھانا بنانے آتا۔ کبوتر معصوم شکل بنا کر کھڑکی میں آ بیٹھتا۔ گھر کے سب لوگ کبوتر کو بہت پسند کرتے۔ اسی لیے روز اسے کھانا ڈالتے اور اس کا بہت خیال رکھتے۔ کبوتر اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن تھا۔ کبوتر کے ساتھ والے درخت پر ایک کوّا رہتا تھا۔ وہ بہت سست اور کام چور تھا۔ کوّا ہر وقت دوسروں کو تنگ کرتا' خود محنت کرنے کی بجائے دوسرے پرندوں کا کھانا چُرا لاتا اور ان کا گھونسلا بھی خراب کر دیتا۔ ایک دن اس نے کبوتر کو گھر کے کچن سے کھانا لاتے دیکھا تو جل بھن گیا اور دل میں سوچنے لگا۔ اس کبوتر کے تو بہت عیش ہیں۔ بِنا محنت کیے سب مل جاتا ہے۔ ایک میں ہوں اتنی محنت سے دوسرے پرندوں کا کھانا لانا پڑتا ہے۔ اگر میں کبوتر سے دوستی کر لوں تو اس کے کھانے میں حصے دار بن جاؤں گا اور آرام سے زندگی گزاروں گا۔ اگلے دن کبوتر اپنی پسندیدہ دھن گنگناتے ہوئے گھونسلا صاف کر رہا تھا۔ کبوتر نے ٹوٹے پھوٹے پرانے تنکے نکال کر پھینکے اور نئی جھاڑیاں لینے باغ میں جا پہنچا۔ تنکا اٹھاتے ہوئے اچانک سے کبوتر کا پاؤں ایک جھاڑی میں بری طرح پھنس گیا۔ اس نے پاؤں نکالنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

"اچانک کوّا کائیں کائیں کرتا اس کے پاس آیا اور خوشامد کرتے ہوئے بولا: "پیارے دوست! مجھے لگتا ہے تم خود نہیں نکل سکو گے۔ کیا میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟""

کبوتر بولا: "نہیں نہیں بھائی! میں خود نکال لوں گا۔ تم زحمت نہ کرو۔" کبوتر اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ ہر کسی کا نقصان ہی کرتا تھا۔ اس لیے کوّے سے مدد لے کر وہ کسی اور مشکل میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ کبوتر کے کہنے پر کوّا آنکھیں گھما کر اداسی سے بولا: "میں جانتا ہوں' تم میرے کالے رنگ کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ اسی لیے مجھ سے کبھی دوستی نہیں کی۔ میرے پاس تو رہنے کے لیے گھر بھی نہیں ہے۔ یہاں وہاں رہ کر گزارا کرتا ہوں۔" کبوتر اس کو اداس دیکھ کر ہمدردی سے بولا: "دوست ایسی بات نہیں ہے۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ اچھا چلو اب پاؤں نکالنے میں میری مدد کرو' پھر ہم گھر چلیں گے' دونوں مل جل کر رہیں گے۔"

کوّے نے جلدی سے آگے بڑھ کر کبوتر کا پاؤں نکالا اور کبوتر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ رحم دل کبوتر نے اس کی دوستی قبول کر لی اور اس کو اپنے گھر لے آیا۔ چالاک کوّا دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ خوب الو بنایا ہے۔ اب میں بھی مزے سے اس کے ساتھ رہوں گا۔ بنا محنت کے کھانا بھی مل جایا کرے گا۔ میں تو بس عیش کروں گا۔ اگلے دن کبوتر کھانا لینے گیا اور کھانے میں باجرہ لے آیا۔ باجرہ دیکھ کر کوّے کا منہ بن گیا' لیکن خاموش رہا۔ اگر آج ہی گوشت کی فرمائش کر دی تو کہیں کبوتر ناراض ہو کر گھر سے نہ نکال دے۔ کبوتر روز ہی کبھی باجرہ' کبھی گندم اور کبھی چاول اٹھا لاتا۔ آج پھر کبوتر گندم اٹھا لایا۔ کوّا ناراضی سے بولا: "میں روز یہ دانہ دنکا نہیں کھا سکتا۔ میرے لیے کچھ اور لے کر آؤ۔" کبوتر کچھ دن میں ہی کوّے سے عاجز آ گیا تھا۔ وہ سارا دن کام کرتا اور سست کوّا ہر وقت آرام کرتا۔ کبوتر کو غصہ تو بہت آیا مگر عاجزی سے بولا: "دوست! میں تو دانہ دنکا ہی کھاتا ہوں۔ اگر تمہیں پسند ہے تو کھا لو' اگر کچھ اور پسند ہے تو اپنے لیے خود محنت کرو۔" کوّے کو کبوتر پر بہت تاؤ آ رہا تھا۔ اتنی چاپلوسی کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔

"اس کو تو بعد میں سبق سکھاؤں گا۔" کوّے نے غصے میں اڑان بھری اور سیدھا کچن کی کھڑکی میں جا بیٹھا۔ خوش قسمتی سے وہاں کوئی نہ تھا۔ کوّے نے چاروں طرف اپنی گول گول آنکھیں گھمائیں۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی۔ ایک طرف شیلف پر گوشت سے بھرا تھال رکھا تھا۔ وہ بے صبری سے گوشت پر ٹوٹ پڑا۔

دل میں ڈر تھا کہ کوئی آ نہ جائے' لیکن اس کا دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ جب وہ اڑنے کا سوچتا۔ دل میں پھر لالچ آ جاتی تھوڑا اور کھا لوں۔ اب روز روز میں اتنی محنت نہیں کر سکتا۔ آج جی بھر کے کھا لوں گا۔ کل کبوتر کے لائے گئے کھانے سے کام چلا لوں گا۔ اسی جلدی میں پاس پڑی پلیٹ شور کرتی نیچے جا گری۔ شور کی آواز سے گھر کی مالکن کچن میں دوڑی آئی۔ کوّے کو دیکھ کر اسے بہت غصہ آیا۔ اس سے پہلے کہ کوّا وہاں سے بھاگتا۔ عورت نے "فرائی پین" سے کوّے کی خوب پٹائی کی۔ کوّا مشکل سے جان بچا کر بھاگا اور سستی سے توبہ کر کے کبوتر کے ساتھ مل جل کر رہنے لگا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ محنت کے بغیر کہیں عزت نہیں ہوتی۔

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

دادی جان کی چیخ تیز تھی' جسے سن کر اُن کا لاڈلا انور دوڑتے ہوئے آیا جب کہ باقی بچوں پر اس کا کچھ خاص اثر نہ ہوا۔ "کیا ہوا دادی جان؟" انور نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ "وہ...وہ" وہ اسٹور کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔ "وہ کیا؟! وہ تو اسٹور ہے کوئی بھوت تو نہیں۔ اچھاا! ! تو آپ کو اسٹور میں الہ دین کے چراغ والا جن نظر آیا ہے!" یہ کہہ کر چھ سالہ انور نے اسٹور کی طرف دوڑ لگا دی۔ "اے...اے!! ننگے پیر نہ جاؤ! اسٹور میں موٹا چوہا ہے' کاٹ لے گا۔"

محمد شمائل

دادی جان کی ترکیب

دادی جان کی دہائی کافی بلند تھی جسے سن کر انور کی والدہ دوڑی دوڑی آئیں۔
"کک... کیا ہوا امی؟ کہیں جن تو نظر نہیں آگیا!" "ارے تمہارے جنوں کی ایسی کی تیسی! اسٹور میں موٹا ترنگا چوہا ہے' انور کو روکو' کہیں کاٹ نہ لے اسے!" دادی جان کافی جھنجھلائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ اتنے میں انور بھی دوڑتا ہوا دادی جان کے کمرے میں داخل ہوا۔
"موٹا ترنگا...!!" انور کی والدہ بڑبڑائیں: "امی! یہ لفظ ترنگا تو لفظ' لمبے' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یعنی لمبا ترنگا نہ کہ' موٹا ترنگا'!!" دادی جان کو بہو کی بات پر طیش آیا مگر شاید انور کی موجودگی اسے منظرِ عام پر آنے سے روکتی رہی۔ "ارے بیٹی! یہ اردو کی فصاحت و بلاغت کا وقت نہیں ہے' اسٹور میں ایک موٹا' لحیم شحیم اور پیٹو قسم کا چوہا جلوہ افروز ہے لہٰذا اس سے نجات کا کوئی انتظام کرو!" "امی جی! میں کیا کروں؟! آپ کے دونوں فرزندوں نے جو بچوں کو چھوٹ اور آزادی دی ہوئی ہے' وہ آپ کے سامنے ہے کہ کوئی بات تک نہیں سنتا!" انور کی والدہ بولیں اور منہ بناتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔
اب دادی جان لگیں سوچنے کہ کریں تو کیا کریں۔ اگر انور کے ابا اور چچا کا انتظار کرتیں تو چوہا اسٹور کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا اور شاید دیواروں کا رنگ بھی کترا ہوا ملتا۔ وہ اس لیے بھی پریشان تھیں کیوں کہ بہو صاحبہ کنایتاً اس ذمے داری سے دستبرداری کا اعلان کر چکی تھیں اور چھوٹی بہو تشریف فرما تھیں اپنے میکے میں! جب کہ موٹے چوہے کے بارے میں انہوں نے کہیں سن رکھا تھا کہ یہ کپڑوں سے لے کر تاروں اور پلاسٹک سے لے کر لکڑی تک ہر چیز کتر جاتا ہے یا' نگل' جاتا ہے اور ڈکار بھی نہیں لیتا! اور ان کا اسٹور تو کسی گودام سے کم نہ تھا جو الماریوں' صندوقوں اور صندوقچیوں اور بھی نہ جانے کس کس زمانے کی گمنام اور انجان چیزوں کو بڑے صبر و تحمل سے اپنے اندر سموئے ہوئے تھا جس کا صرف اللہ ہی امان و حفیظ تھا۔
اچانک ان کی آنکھیں لگیں چمکنے۔ انور نے انہیں بڑے غور سے دیکھا مگر کچھ سمجھ نہ پایا لیکن دادی جان تو اندر ہی اندر ترکیب' بُن' رہی تھیں' اچانک انہوں نے آواز دی: "بچوں! سب جلدی سے ادھر آؤ!" ان کی بات سن کر انور کے بھائی بہن اور کزن سب دوڑے دوڑے آئے۔ یہ تعداد میں انور کو ملا کر سات تھے جن میں دو انور کی بہنیں اور ایک بڑا بھائی جب کہ دو چچازاد بھائی اور ایک بہن تھی۔ ان میں سب سے بڑا انور کا بھائی صادق تھا جس کی عمر پندرہ سال تھی جب کہ دوسرے بچوں کی عمریں بارہ تیرہ سال سے زیادہ نہ تھی۔
آخر کار دادی جان کی آواز کمرے میں گونجنے لگی: "صادق! پچھلے ہفتے ابو تمہارے لیے کیا لائے تھے؟" "جی وہ اسپیکر لائے تھے' وہ بھی بڑا والا!" صادق نے دانت نکالے۔ "اب سنو! تمہارا وہ اسپیکر اسٹور میں بائیں والی الماری میں رکھا ہے' پتا ہے ناں!" "جی بالکل!" صادق نے سر ہلا دیا۔
"اور آمنہ اور جویریہ! تمہاری فروگز جو اس عید پر سِلی تھیں وہ بھی اسی الماری میں رکھی ہوئی ہیں۔ اور تم اسماعیل اور آصف! تمہاری تمام عیدی تمہارے ابو نے تمہارے خانے میں رکھ دی تھی اور وہیں تمہاری من پسند سینڈل بھی رکھی ہوئی ہیں نا!" دادی جان ڈرامائی انداز میں کہتے کہتے رک گئیں۔ "لیکن دادی جان! یہ باتیں تو ہمیں پتا ہے' آپ ان کو کیوں دہرا رہی ہیں؟" اسماعیل نے زبان کھولی۔ "بیٹا! میں ابھی اسی طرف آرہی ہوں' پریشان کیوں ہوتے ہو!" "دادی جان! آپ پریشانی کی بات کر رہی ہیں' ہمارا تو تجسّس کے مارے برا حال ہوا ہے۔" "دادی جان! بس جلدی سے بتادیں کہ مسئلہ کیا ہے!" "اچھا بھائی! اگر تم لوگ کہتے ہو تو بتائے دیتی ہوں کہ اسٹور میں ایک موٹے اور پھرتیلے چوہے نے قیام فرمایا ہوا ہے اور اگر تم لوگوں نے اسے مل کر نہیں نکالا تو وہ تمہاری چیزوں کو کر جائے گا ہڑپ! اور ہاضمے کے لیے اسے' ہاجمولا' کی بھی حاجت نہ ہو گی!"
"ارے باپ رے رے رے!!!!!" دادی جان کا جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ سب بچوں نے ایک ساتھ دوڑ لگائی۔ "ارے چپلیں تو پہن لو!" دادی جان کی دہائی پر بچوں نے چپلیں پہنیں اور اسٹور کے دروازے پر جا کر بالکل چوکس کھڑے ہو گئے۔ "لیکن بھائی ہمارے پاس ہتھیار تو ہیں ہی نہیں' کم از کم ہمیں جھاڑو پوچھا یا بیٹ وغیرہ پکڑ لینا چاہئے۔" آصف کی بات پر فوراً عمل درآمد ہوا' اب ہر کوئی اسلحے سے لیس تھا۔ "میرا ایک مشورہ ہے۔" صادق نے کہنا شروع کی تو اسماعیل بول اٹھا: "آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر!" صادق نے اسے گھورا اور اپنی بات جاری رکھی: "میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم میں سے بچیوں کی پارٹی پیچھے کھڑی ہو جبکہ تمام لڑکے اقدامی کاروائی کریں..." ابھی صادق کی بات پوری ہی نہ ہوئی تھی کہ اس کی بہن آمنہ بول اٹھی: "کیوں بھلا! ہم کیوں پیچھے رہیں؟!" "وہ اس لیے کہ اگر ہدف بچ نکلا تو تم دفاع کرو گی اور ویسے بھی یہ پھرتیلے پن کا کام ہے اور اس میں ہم لوگ زیادہ مناسب رہیں گے!" "ٹھیک ہے! ہمیں منظور ہے!" جویریہ نے گویا منظوری دی اور وہ سب ایک بار پھر مستعد ہو گئے۔ انور البتہ ان کی اس کاروائی میں شریک نہ تھا۔
اب تینوں لڑکے آگے بڑھے۔ "یار کہیں ایسا تو نہیں کہ چوہا ہماری عیدی کھا گیا ہو لہٰذا کیوں نہ ہم اپنا خانہ دیکھ لیں۔" اسماعیل کی پریشان کن آواز سنائی دی "بھائی پاگل نہ بنو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم الماری کھولو اور اِدھر اُدھر دبکا ہوا چوہا پٹ سے اندر داخل ہو جائے اور ویسے بھی یہاں آس پاس کہیں سوراخ نظر نہیں آرہا' جس کا مطلب ہے کہ الماری محفوظ ہے۔" صادق کا اسماعیل کی بات پر منہ بن گیا تھا۔ "لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ چوہا الماری کی پچھلی طرف والی لکڑی کتر کر اندر چلا گیا ہو اور ویسے بھی پچھلی جانب والی لکڑی بہ نسبت کمزور ہوتی ہے۔" آصف نے کہا اور تیزی سے پچھلی جانب لپکا تو وہاں ایک گول شگاف اس کا منتظر تھا۔ "کھولو کھولو!! چوہا الماری میں ہے" بس پھر کیا تھا' اسماعیل نے الماری کا پٹ کھول

بقیہ ص 37 پر

چور کون؟

مریم صدیقی

ایان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والد کا ایک حادثے میں انتقال ہو چکا تھا۔ ایان کی والدہ اسکول میں پڑھاتی تھیں اور اپنے گھر کی واحد کفیل تھیں۔ ایان ساتویں جماعت کا طالب علم تھا اور بے حد ہونہار اور ذہین بچہ تھا۔ تمام اساتذہ ہر وقت اس کی تعریف کیا کرتے تھے اور دوسرے بچوں کو ہمیشہ اس کی مثال دیتے تھے، اسی کے سبب آصف ریحان اور ارمان کے دل میں اس کے لیے حسد پیدا ہو گیا۔ حسد بہت ہی خطرناک باطنی بیماری ہے جب یہ کسی کے دل میں جنم لے لے تو اس انسان کی خوشی اور سکون چھین لیتی ہے۔ ایسا ہی ان تینوں کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ روز کوئی نہ کوئی موقع تلاش کرتے کہ ایان کو اساتذہ کی نظروں میں گرا سکیں اور قسمت سے آج وہی دن تھا' جس کا ان سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔

”میں نے چوری نہیں کی سر!“ ایان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا اور آنکھیں رونے کو بے تاب تھیں۔

سر عظیم نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر سامنے کھڑے آصف' ریحان اور ارمان کو دیکھا۔ وہ تینوں ہی اسے سر عظیم کے کیبن میں لائے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس نے ریحان کے بیگ سے پیسے چرائے ہیں' جب کہ ایان اس بات سے بالکل انکاری تھا۔

”آپ میں سے کسی نے دیکھا ہے ایان کو چوری کرتے ہوئے؟“

”جی سر! میں نے ایان کو دیکھا ہے۔“ آصف جھٹ سے بولا۔ ایان نے تیزی سے نفی میں گردن ہلائی' ڈر سے اس کے ہاتھ پیر کپکپا رہے تھے۔

”مجھے مکمل بات بتائیے۔“ سر نے آصف سے کہا۔

”سر! جب بریک ہوئی تو سب بچے کلاس سے باہر لنچ کرنے چلے گئے' تب ہی ایان کام کرنے کے بہانے اکیلا کلاس میں رہ گیا۔ میں اپنی پانی کی بوتل یہیں بھول گیا تھا' جب میں وہ لینے کلاس میں آیا تو ایان ریحان کے بیگ میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ میں چھپ کر اسے دیکھنے لگا۔“

ایان مسلسل سر کو دیکھتے ہوئے نفی میں گردن ہلا رہا تھا۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی' لیکن سر عظیم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

”پھر کیا ہوا؟“ سر کے پوچھنے پر آصف پھر سے گویا ہوا۔

”سر! ایان نے ریحان کے بیگ میں سے سو روپے نکالے اور اپنے بیگ کی اندر والی جیب میں ایک نیلے رنگ کی تھیلی میں رکھ دیے۔ میں فوراً سے بھاگ کر ریحان کے پاس پہنچا اور اسے ساری بات بتائی۔ جب ریحان نے آکر ایان سے پوچھا کہ اس نے چوری کی ہے تو اس نے ریحان کو مارنا شروع کر دیا۔“ سر عظیم نے ایان کو دیکھا جس کی آنکھیں آنسو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہی تھیں۔

”ارمان جائیے اور ایان کا بیگ لے کر آئیے!“ ارمان تیزی سے گیا اور ایان کا بیگ لے آیا۔ شرمندگی سے ایان کی نظریں نہیں اٹھ رہی تھیں۔ سر عظیم نے جب اس کے بیگ کی تلاشی لی تو اس کے بیگ کی اندر والی جیب میں ایک نیلے رنگ کی تھیلی تھی' اس میں سو روپے کا نوٹ رکھا ہوا تھا۔ سر عظیم نے ایان کے سامنے جب اس کے بیگ سے سو روپے کا نوٹ نکالا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

”کیا یہ پیسے آپ کے ہیں؟“ سر عظیم کے پوچھنے پر ایان سر جھکائے کھڑا رہا۔

”میں کچھ پوچھ رہا ہوں ایان آپ سے' کیا یہ پیسے آپ اپنے گھر سے لائے ہیں؟“ ایان نے نفی میں سر ہلایا۔ انھوں نے بغور ڈرے سہمے سے ایان کو دیکھا اور اسے لے کر پرنسپل کے آفس میں چلے آئے اور سارا ماجرہ پرنسپل صاحب کے گوش گزار کیا۔

”ایان! کل آپ اپنی والدہ کو اپنے ساتھ لے کر آئیں گے' ورنہ آپ کو اسکول سے سسپنڈ کر دیا جائے گا۔“ پرنسپل صاحب نے وارننگ دی۔

ایان گھر آیا تو کافی پریشان لگ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ امی کو کیسے بتائے کہ ریحان اور آصف نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔

”کیا بات ہے ایان؟ آپ بہت خاموش لگ رہے ہیں۔“

”نہیں امی ایسی تو کوئی بات نہیں!“ اس نے اپنے خشک پڑتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”بیٹا! سچ سچ بتائیے کوئی بات ہے؟ آپ جب سے اسکول سے آئے ہیں پریشان لگ رہے ہیں۔“ امی کی بات پر ایان کا ضبط ٹوٹ گیا اور آنسو بے اختیار اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔ اسے یوں روتا دیکھ کر امی پریشان ہو گئیں۔ ایان بہت کم یوں روتا تھا' اس لیے ان کی پریشانی بجا تھی۔

”آپ مجھے بتائیے بیٹا! کیا بات ہے؟ کس بات کو لے کر پریشان ہیں؟“ ایان نے اول تا آخر ساری کہانی امی کو بیان کر دی۔ انھوں نے پر سوچ نظروں سے ایان کو دیکھا۔ ”کیا آپ نے چوری کی ہے؟“

امی کی بات پر ایان نے بے یقینی سے امی کو دیکھا۔

”کیا امی کو بھی یہ لگتا ہے کہ میں چوری کر سکتا ہوں؟“

امی جان اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

”آپ مجھے بتائیے! کیا آپ نے چوری کی ہے؟“ ایان نے نفی میں گردن ہلائی جب کہ اس کے چہرے پر خفگی کے واضح آثار موجود تھے۔

”تو پھر کیوں رو رہے ہیں آپ؟ اور یہ چہرے پر خوف کس بات کا ہے؟“ ایان نے سر اٹھا کر امی جان کو دیکھا۔

”کیوں نہیں بتایا ٹیچر کو کہ آپ نے چوری نہیں کی۔ جب غلطی نہیں کی تو یہ خوف کیوں ہے؟ الزام لگا تھا بیٹا تو ثابت کرتے آپ کہ جھوٹا الزام ہے۔“

”میں نے بتایا تھا۔“ ایان منمنایا۔

”جو سچے ہوتے ہیں' ان کے لہجے ایسے نہیں ہوتے۔ آپ کو بتانا نہیں تھا' ثابت کرنا تھا۔“

”کیسے امی؟“

”سب سے پہلے تو آپ یہ سوچیے کہ آپ اس جھوٹے الزام کو خود پر لگا رہنے دینا چاہتے ہیں یا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ پر غلط اور بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔“

”لیکن میں یہ ثابت کیسے کروں گا؟“

”سوچیے کہ آپ کے بیگ میں وہ پیسے کہاں سے آئے! کس وقت رکھے گئے؟ کون رکھ سکتا ہے اور کیسے؟ ان سب سوالوں کے جواب سوچیے۔ جو سچے ہوتے ہیں نا بیٹا! اللہ کبھی انھیں تنہا نہیں چھوڑتا' لیکن اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ آپ ہمت نہ ہاریں۔“

امی جان اسے سوچ میں ڈوبا چھوڑ کر کھانا پکانے چلی گئیں۔

کچھ ہی دیر بعد پُرجوش سا ایان کچن میں داخل ہوا۔ امی مجھے پتا چل گیا۔

"کیا پتا چل گیا؟"

"امی جان یہ پیسے میرے بیگ میں آصف نے ہی رکھے ہیں۔"

"لیکن کب اور کیسے؟" امی جان نے پوچھا۔

"وہ تو کل آصف خود کلاس میں سب کے سامنے بتائے گا۔" وہ اپنا منصوبہ سوچ کر مسکرا دیا۔

اگلے دن وہ امی کے ساتھ صبح صبح اسکول پہنچ گیا۔ آج وہ کہیں سے بھی کل والا ڈرا اور گھبرایا ہوا ایان لگ ہی نہیں رہا تھا۔ اس کی امی نے پرنسپل کے سامنے ساری حقیقت بیان کر دی۔ وہ ان کی بات سن کر مسکرائے، سر عظیم بھی مسکرا دیے۔ "ہم جانتے ہیں کہ ایان نے چوری نہیں کی، ہم تو بس اسے تیر نا سکھانا چاہتے تھے۔" سر عظیم نے کہا۔

"کیا مطلب؟" مطلب یہ کہ آج والے ایان میں اور کل والے ایان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کل جیسے ہی آصف نے اس کی شکایت کی اس کے چہرے کو دیکھ کر کوئی بھی یقین سے کہہ سکتا تھا کہ چوری ایان نے ہی کی ہے۔ اسی وقت ہم نے سوچ لیا کہ ایان کو زندگی کی سب سے بڑی سیکھ دینی ہے یعنی اسے مشکل حالات سے کیسے لڑنا ہے یہ سکھایا جائے اور یہ کام آپ نے بخوبی انجام دیا۔" انھوں نے ایان کی امی کو سراہا۔

"سر مے آئی کم ان؟"

"یس مائی بوائے۔"

"سر میں ثابت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ چوری میں نے نہیں کی، لیکن اس کے لیے مجھے اپنی بات میں تھوڑی سی غلط بیانی کی آمیزش کرنی پڑے گی۔"

پرنسپل صاحب، سر عظیم اور ایان کلاس میں چلے آئے۔

"سر اب تو آپ نے سن لیا نا میری امی نے بھی بتا دیا کہ جو پیسے کل میرے بیگ سے آپ کو ملے تھے، وہ میرے ہی تھے۔ میری امی نے مجھے کاپی خریدنے کے لیے دیے تھے۔" ایان نے پر اعتماد لہجے میں سر عظیم کی جانب دیکھ کر کہا جب کہ آصف، ریحان اور ارمان نے حیرانی سے ایان کو دیکھا۔

"سر! یہ جھوٹ بول رہا ہے، پیسے ریحان کے ہی تھے۔" آصف چلّایا مبادا سر ایان کی بات کو سچ ہی نہ سمجھ لیں۔

"نہیں سر! میں سچ بول رہا ہوں، وہ پیسے میرے ہی تھے، اب تو میری امی نے بھی بتا دیا۔"

"تم جھوٹ مت بولو! وہ پیسے میرے تھے اور میں نے آصف کو خود دیے تھے تمہارے بیگ میں رکھنے کے لیے تاکہ ہم تم پر جھوٹا الزام لگا کر تمہیں پھنسا دیں۔" ریحان غصے میں چلایا جب کہ ایان نے سر عظیم کو فاتحانہ نظروں سے دیکھا۔

"ایک اور بات ہے سر! اگر چوری میں نے کی ہوتی تو مجھے علم ہوتا کہ ریحان کے بیگ میں کیا کیا چیزیں ہیں اور کہاں رکھی ہیں۔ آصف کو کیسے پتا چلا کہ میرے بیگ کے اندر والی جیب میں نیلی تھیلی میں پیسے رکھے ہیں؟ صاف ظاہر ہے سر کہ اس نے یہ پیسے خود رکھے تھے۔ میرے بیگ میں جیسا کہ ریحان سب کے سامنے قبول بھی کر چکا ہے۔"

سر عظیم نے ان کی طرف دیکھا جن کے چہرے سے شرمندگی صاف ظاہر تھی۔

"بہت غلط حرکت کی ہے آپ تینوں نے، کسی پر چوری کا الزام لگاتے ہوئے آپ لوگوں نے لمحہ بھر کے لیے بھی نہیں سوچا؟ آپ تینوں کو ایک ہفتے کے لیے اسکول سے سسپنڈ کیا جا رہا ہے۔ سر عظیم ان کے والدین کو فون کر کے اسکول بلائیے اور شاباش ایان بیٹا! آپ نے بہادری اور ہمت سے سچائی سب کے سامنے بیان کی۔" پرنسپل صاحب نے ایان کے سر پر ہاتھ رکھ کر شاباشی دی۔

بقیہ دادی جان کی ترکیب

دیا۔ پٹ کھلنے کی دیر تھی کہ پانی کی تیز دھار کی طرح ایک موٹی اور کالی سی چیز اسے اپنی جانب آتی دکھائی دی، اس نے اضطراری طور پر اپنا بیٹ آگے کر دیا۔ اسماعیل کے ہاتھ کو ایک جھٹکا لگا جب کہ چوہے نے اب دروازے پر کھڑے صادق کی طرف ایک بلند جست لگائی۔ صادق کے ہاتھ پیر پھول گئے، اس نے ایک لمحے کے اندر اندر کچھ سوچا اور فوراً خود کو دائیں طرف گرایا ورنہ اس وقت تک شاید چوہے کے پنجوں سے اس کے چہرے پر نقش و نگار بن چکے ہوتے۔

چوہے کے سامنے اب دوسرا مرحلہ کافی مشکل تھا کیونکہ تین بچیاں ہاتھوں میں بڑے بڑے کارٹن پکڑے اسے گھور رہی تھیں۔ ابھی چوہا کچھ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ اچانک ایک نے آگے بڑھ کر اپنا کارٹن آگے کر دیا، چوہے نے مجبوراً ایک لمبی چھلانگ لگائی اور کارٹن کے دائیں جانب سے ہوتا ہوا پیچھے جا رہا۔ مگر یہ کیا! چوہا ایک بار پھر کسی سخت چیز سے ٹکرایا تھا اور وہ اب اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ "بھیا بھیا! میں نے چوہا پکڑ لیا ہے!!"

یہ جویریہ تھی جو اس زور سے چیخی تھی۔ اب وہ کارٹن کو اوندھا کر کے اس پر وزن ڈال کر بیٹھ گئی۔ سارے بچے بھی بھاگتے ہوئے آئے۔ ابھی وہ سب کارٹن کے گرد جمع ہوئے ہی تھے کہ جویریہ کا جسم یک دم جھنجھنا اٹھا اور کارٹن کسی خلائی راکٹ کی طرح فضا میں بلند ہوا اور پھر ان سب نے کسی چیز کو تیر کی طرح بیت الخلا کے دروازے سے ٹکراتے دیکھا۔ یہ سب کچھ اِس تیزی سے ہوا تھا کہ وہ سب ششدر رہ گئے لیکن پھر فوراً ہی سب بیت الخلا کی جانب لپکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کا ہدف بڑے اطمینان سے گندے پانی کے اخراج کی نالی میں داخل ہو چکا ہے۔ "دھت تیرے کی!" "لو بھئی! وہ تو نکل گیا!" "بلکہ یوں کہو کہ فرار ہو گیا!"

اب وہ سب دادی جان کے روبرو حاضر ہوئے اور اپنی داستان کہہ ڈالی۔ "میرے سپاہیو! تم پریشان کیوں ہوتے ہو! تم نے تو اپنے گھر سے اپنے دشمن کو فرار کی راہ لینے پر مجبور کیا ہے یعنی تم سب دفاعی مہم میں کامیاب رہے ہو۔" دادی جان کی آواز خوشی سے لبریز تھی۔ "مگر دادی جان! ہم چوہے کو پکڑ تو نہ سکے ورنہ ہم کہہ سکتے کہ 'چپڑی اور دو دو!'"

اسماعیل کی بات پر دادی جان ہنس پڑیں مگر پھر جلدی سے بولیں: "تم لوگوں نے بیت الخلا کا دروازہ بند کیا ہے کہ نہیں، کہیں چوہا دوبارہ نہ قدم رنجا فرمانے کی جسارت کرے!"

دادی جان کے کہنے پر آصف فوراً اٹھا اور دروازے کی چٹخنی گرا دی۔

تھوڑی دیر بعد دادی جان انور کی والدہ سے محوِ گفتگو تھیں: "دیکھا بیٹی تم نے! اگر ویسے سب کو بولتی تو شاید کوئی بھی نہ جاتا مگر جب ان کو آنے والے نقصانات سے خبردار کیا تو سب ایسے ہو گئے جیسے پہلے سے ہی مستعد بیٹھے تھے!" "جی امی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم کتنے بے وقوف ہیں۔ ہمیں یہ پتا ہے کہ گناہ کرنے پر اور خدا کی نافرمانی کرنے پر کیا عذاب ہوگا مگر پھر بھی باز نہیں آتے، یہ بچے تو ہم سے عقل مند نکلے!!" بہو کی بات پر دادی جان یک دم سنجیدہ ہو گئیں اور کہیں کھو گئیں۔ کمرے کی فضا پر ایک بوجھل سکوت طاری ہو چکا تھا!

گوریلا

فوزیہ خلیل

مس اسما جماعت میں داخل ہوئیں تو بچیاں کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔

”کیا بات ہے بھئی! سب کیوں ہنس رہے ہیں؟؟“ سلام کے بعد انھوں نے پوچھا۔

”مس! حلیمہ کہہ رہی تھی‘ اسکول میں جو نئے مالی بابا آئے ہیں‘ بہت اونچے لمبے سے ہیں‘ جیسے کوئی گوریلا ہو۔“ ایک بچی بولی۔

”یہ تو بہت افسوس کی بات ہے آپ مالی بابا کا مذاق اڑا رہی تھیں۔“ مس اسما نے دکھ سے کہا۔

”مس۔۔ میں نے تو کبھی گوریلا دیکھا نہیں۔ بس سنا ہے کہ وہ بہت اونچا لمبا ہوتا ہے۔ میرا مقصد مذاق اڑانا ہرگز نہ تھا۔“ حلیمہ فوراً بولی۔

”بیٹی گوریلا ایک بہت ذہین جانور ہے۔ اس کا دماغ عام جانوروں سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ بہت طاقت ور بھی ہوتا ہے۔ بن مانس‘ چمپینزی وغیرہ اسی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”اچھا بہت طاقت ور بھی ہوتا ہے؟“ حلیمہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

”ہاں‘ اس کے طاقت ور ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دو ہزار کلو گرام تک وزن اٹھا لیتا ہے۔ دو ہزار کلو گرام وزن کا مطلب ہوا کہ تیس انسانوں کے وزن کے برابر۔“

”یعنی گوریلا اپنے وزن سے بھی زیادہ وزن اٹھا سکتا ہے۔ چیونٹی بھی ایسا ہی کرتی ہے نا!!“ قرۃ العین بولی۔

”ہاں‘ گوریلا اپنے جسم کے وزن سے دس گنا زیادہ وزن اٹھا سکتا ہے۔ اس کا قد چھ فٹ سے متجاوز ہوتا ہے اور اس کا وزن دو سو کلو سے زائد ہوتا ہے۔“

”مس! گوریلا دیکھنے میں کیسا لگتا ہے؟“ حلیمہ نے پوچھا۔

”یہ دیکھنے میں اونچا‘ لمبا چوڑا لگتا ہے‘ اس کی نمایاں پہچان اس کے گھنے سیاہ بال ہیں‘ جو چہرے‘ سینے‘ ہتھیلی اور تلوے کے علاوہ ہر جگہ ہوتے ہیں۔“

”مس! میں نے سنا ہے‘ انسانوں کی طرح گوریلے کی ہتھیلیوں پر بھی لکیریں ہوتی ہیں‘ اسی طرح ہاتھ پاؤں کی دس دس انگلیاں ہوتی ہیں اور منہ میں بتیس دانت ہوتے ہیں۔“ مسفرہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

”ہاں مسفرہ بیٹی ایسا ہی ہے۔ ان میں انسانوں جیسی عادات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ انسانوں کی طرح کھڑے ہو کر چل سکتے ہیں۔ انسانوں جیسے جذبات رکھتے ہیں‘ خوشی میں ہنستے ہیں‘ تکلیف میں روتے ہیں۔“ مس اسما بولیں۔

”تکلیف میں روتے ہیں؟؟ آنسوؤں کے ساتھ۔“ بچیوں نے حیرت سے کہا۔

”تکلیف میں روتے ہیں مگر آنسوؤں کے ساتھ نہیں‘ بلکہ چیخیں مار کر روتے ہیں۔ ایک گوریلا عام طور پر چالیس سال تک زندہ رہتا ہے۔“ مس اسما نے بتایا۔

”یہ عام طور پر کہاں پائے جاتے ہیں؟“

”یہ زیادہ تر افریقی ممالک کے جنگلات میں ملتے ہیں۔ ان کی نسل بہت کم تعداد میں کرۂ ارض پر موجود ہے۔ اس وقت ان کی نسل معدومیت کے خطرے سے دوچار ہے۔“

”معدوم ہونے کا خطرہ کیوں ہے؟“ سارہ نے پوچھا۔

”دراصل مغربی افریقا میں گوریلے کا گوشت شوق سے کھایا جاتا ہے اور دوسری وجہ ان کی بیماریوں سے موت واقع ہو جانا۔“

”میں نے سنا ہے گوریلا بہت غصیلا جانور ہے۔“ نمرہ بولی۔

”نہیں بیٹی‘ ایسا نہیں ہے۔ گوریلا ایک پُرامن اور تنہائی پسند جانور ہے۔ جب اسے بہت تنگ کیا جائے تو یہ غصے میں آجاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ حملہ کر دیتا ہے‘ البتہ گوریلے آپس میں کھانے کی چیزوں پر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔“

”آپس میں لڑتے ہیں وہ کیسے؟“ حلیمہ حیران ہو کر بولی۔

”لڑائی کے دوران یہ ایک دوسرے کو پنجے مارتے ہیں۔ دانتوں سے کاٹ بھی لیتے ہیں۔“ مس اسما نے مسکرا کر کہا۔

”یہ کس طرح رہنا پسند کرتے ہیں؟“

”یہ ایک گروہ کی صورت میں رہتے ہیں جو گوریلا سب سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے‘ وہ گروہ کا سردار مانا جاتا ہے۔ گروہ کے ارکان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اس گروہ میں نر‘ مادہ‘ بچے سب ہی شامل ہوتے ہیں۔ گوریلے یہ بات بالکل پسند نہیں کرتے کہ ایک گروہ کا سردار‘ دوسرے گروہ کے علاقے میں جاگھسے۔“

”اور اگر گھس جائے تو؟“ بچیوں نے ہنس کر پوچھا۔ ”ایک گروہ کا سردار اگر دوسرے گروہ کے علاقے میں جاگھسے تو ایک خطرناک لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔“

”اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے جان دار بنائے ہیں اور کیا کیا صفات ان میں رکھی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سب شکل و صورت اور صفات میں جدا جدا ہیں۔“

”ہاں بے شک! اس کی قدرت بے مثال ہے۔“ مس اسما بولیں پھر کچھ رُک کر بولیں۔

”کسی انسان کو کسی جانور سے تشبیہ دینا اچھی بات نہیں ہے۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ یہ تو فرشتوں سے بھی برتر ہے۔“

”مجھے بہت افسوس ہے۔“ حلیمہ نے شرمندہ ہو کر کہا۔

”بہادر کو شیر تو کہہ سکتے ہیں نا!“ ”اور محنتی کو شہد کی مکھی۔“

بچیاں ہنسنے لگیں۔ پیریڈ ختم ہو چکا تھا۔ مس اسما مسکراتی ہوئی جماعت سے باہر نکل آئیں۔

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS

جید علماء کرام کے زیرِ نگرانی شائع ہونے والے میگزین

radiance

بچوں اور نوخیزوں کے لیے رنگارنگ سلسلہ

The Intellect

پڑھے لکھے گھرانوں کا پسندیدہ انگلش میگزین

ماہنامہ فہمِ دین

بھرپور ادبی چاشنی کے ساتھ ایک فیملی میگزین

مجلة السلام

عربی ادب کا ذوق رکھنے والوں کے لیے

THE BAITUSSALAM BULLETIN

بیت السلام کے تعلیمی وژن اور رفاہی خدمات سے آگاہی کے لیے

30-C, Basement 2nd Comm. Street, Phase-4, D.H.A Karachi, Pakistan

اشتہارات اور رسالوں کی سالانہ ممبر شپ کے لئے: +92 314 298 1344 | +92 21 35313274

BAITUSSALAM

بچوں کے فن پارے

آئرہ شیخ

ششم ، صفہ سپویر اسکول کراچی

ابریش فاطمہ

14 سال، ہشتم اقراء حفاظ گرلز اسکول کراچی

محمد عویمر علی

گریڈ ون ابوی سینا اسکول کراچی

امامہ عدنان

11 سال ششم محمد پبلک اسکول کراچی

عثمان عاطف

سات سال،دوم جعفر پبلک اسکول کراچی

عائشہ صدیقی انصاری

12 سال ، چہارم نشاط گرلز اسکول ملتان

رباب یوسف

6سال ، سوم ، علی پور

پیارے بچو!

نیا سال 2021ء شروع ہو گیا

نیا سال یقیناً ہر ایک کے لیے ایک نئی امید لے کر آتا ہے۔۔۔نئے خواب ہوتے ہیں۔۔۔نیا جوش ہوتا ہے۔۔۔ کچھ بالکل نیا اور بہت کچھ گزشتہ سال سے جڑے سلسلوں کے ساتھ۔۔۔اس سال ایک اداسی ہے'۔۔۔کہ ہمارے کچھ سلسلے ہیں جو ٹھہر سے گئے ہیں۔۔۔ان میں ہماری تعلیم کا سلسلہ بھی ہے۔۔۔جو سال بھر سے بہت متاثر ہے۔

کچھ بچے تو واقعی بہت اداس ہیں اور کچھ اچھے بچے جو تھوڑے شرارتی بھی ہیں' اسکول بند ہونے سے خود کو آزاد محسوس کر رہے ہیں۔۔۔اور خوشی مناتے نظر آتے ہیں۔

پیارے بچوں۔۔۔علم ہی قوموں کو عروج دیتا ہے۔ علم نے آدمی کو انسانیت سکھائی ورنہ آدمی کھانا پینا اور من چاہی زندگی گزارنا ہی اچھا سمجھتا۔ نیکی اور بدی کی تمیز علم نے سکھائی' رہنا سہنا اچھے برے رویوں کا فرق علم نے سکھایا۔ علم نے عزت اور ذلت کا فرق سمجھایا۔ مسلمان جب تک علم سے وابستہ رہے۔ دنیا میں نمایاں رہے۔ ایجادات میں پیش پیش رہے۔۔۔بہت کامیابیاں حاصل کیں۔ اور جب مسلمانوں نے علم سے توجہ ہٹا لی تو ہر میدان میں پسپا ہوئے۔ اسی بات پر حیرت اور افسوس کرتے ہوئے علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں بھی اظہار کیا :

حیرت ہے کہ تعلیم و ترقی میں ہے پیچھے
جس قوم کا آغاز ہی اقراء سے ہوا تھا

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیارے حبیب ﷺ پر وحی کا نزول اقراء سے کیا تھا یعنی پڑھیے۔ للذا پڑھنا لکھنا تو مسلمان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہونا چاہیے۔

تو پیارے بچوں! اس لاک ڈاون کے زمانے میں خوب خوب وقت کی قدر کریں اور کچھ ایسا کریں نقصان کی تلافی بھی ہو اور علم میں مزید اضافہ بھی ہو۔۔۔ کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!!

ماہنامہ فہم دین جنوری 2021ء کے سوالات

سوال نمبر : جنت کے بازار میں جمعے کے دن جنتی کون سے ٹیلوں پر جائیں گے۔؟

س : : سر طلحہ کے نماز پڑھنے کا پوچھنے پر کتنے بچوں نے ہاتھ کھڑا کیا۔۔۔؟

س : : بی فاختہ چوہے کی چاچی کسے کہتی تھیں۔۔۔؟

س : ۴ : بنٹی اور بنٹو نے کیا کام۔ انجام دیا؟

س : ۵ : پوسی نے اپنا پیٹ کیسے بھرا؟

ستمبر 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1 : دو سال بعد

جواب نمبر 2 : حضرت عبد اللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے

جواب نمبر 3 : تہجد کی نماز

جواب نمبر 4 : گاڑی کا نمبر اور رنگ یاد کر کے۔۔۔

جواب نمبر 5 : رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے

ستمبر 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

- محمد انس کراچی
- ولید کراچی
- نجم الہدیٰ ملتان

ان تینوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو

پیارے بچو!

- انعامی سوالات کے جوابات یا اپنے فن پارے آپ ڈاک سے بھی بھیج سکتے ہیں' ای میل بھی کر سکتے ہیں اور دیے گئے نمبر پر وٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔
- سوالات کے جوابات ہوں' یا پیارا سا فن پارہ اس پر اپنا نام' عمر' پتا' کلاس' اسکول / مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے فون نمبر ضرور لکھیں۔
- اس صفحے پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں شائع کیے جاتے ہیں۔

وٹس ایپ کے لیے نمبر نوٹ کر لیں 0316 2339088

صل علی صل علی

جناب محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ

اے دوست مرے واسطے بس اب یہ دُعا کر
کیفیؔ کو الٰہی! غم محبوبؐ عطا کر

کچھ اشکِ ندامت کے سوا پاس نہیں ہے
لایا ہوں میں دامن میں یہی اپنے سجا کر

یہ اشکِ ندامت بھی بڑی چیز ہیں اے دل
آنکھوں میں چھپا لے دُرِ مقصود بنا کر

اک بار ہے دل کھول کے رونے کی تمنا
سر روضۂ اقدس پہ ندامت سے جھکا کر

عُشاقِ مدینہ کی دعا ہے یہ خدا سے
جنت میں عطا ہم کو مدینہ کی فضا کر

کچھ اُسوۂ حسنہ پہ عمل بھی تو کر اے دل!
یہ فرض محبت ہے، اسے بھی تو ادا کر

دنیا کی ہر اک چیز نگاہوں سے چھپا دے
یارب! رُخِ پُر نور کی تصویر دکھا کر

توصیف کا حق کیا ہو ادا تیری زباں سے
بس وردِ زباں صل علی صل علی کر

الفت کا خزینہ

مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

یا رب! مجھے دنیا میں جینے کا قرینہ دے
میرے دل ویراں کو اُلفت کا خزینہ دے

سیلابِ معاصی میں طاعت کا سفینہ دے
ہستی کے اندھیروں کو انوارِ مدینہ دے

پھر دہر میں پھیلا دے ایمان کو اُجیارا
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

یا رب مری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما
بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

بھٹکے ہوئے راہی کا رُخ سوئے حرم فرما
دنیا کو اطاعت سے گلزارِ ارم فرما

کردے مرے ماضی کے ہر سانس کا کفّارا
دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت

ارسلان اللہ خان

آؤ کرلیں تذکرہ قرآن کا
ذکر سن لیں حضرتِ لقمان کا

آپ تھے حبشہ کے دانا اور حکیم
آپ نے فطرت بھی پائی تھی سلیم

شفقت و الفت ، محبت ، پیار سے
آپ بولے اپنے برخوردار سے

اے مرے فرزند ، اے میرے ندیم
شرک مت کرنا ، کہ ہے ظلمِ عظیم

تم کرو کیسی بھی نیکی یا بدی
یاد رکھنا رب سے کچھ مخفی نہیں

اے مرے بیٹے سنو میرا یہ وعظ
اے مرے بیٹے کرو قائم نماز

نیکیاں کرنے کا سب کو حکم دو
اور بری باتوں سے ان کو روک لو

حق کی دعوت ایک مشکل کام ہے
رنج ملتا اس میں صبح و شام ہے

اس سفر میں استقامت چاہیے
مشکلیں سہنے کی ہمت چاہیے

مت چلو کرکے تکبّر اور غرور
نا پسند ہے رب کو مختال فخور (1)

جب تمہیں کرنا کسی سے ہو کلام
کبر سے ، نخوت سے تم لینا نہ کام

چال میں تم اپنی لاؤ اعتدال
اس میں ہی انسانیت کا ہے کمال

پست ہی رکھو سدا اپنی پکار
ہے بہت مکروہ آوازِ حمار (2)

اس نصیحت کا ملا لقمان کو پھل
رب نے قرآن میں کیا اس کو نقل

آپ بھی پڑھیے اسے قرآن میں
ذکر ہے یہ سورۂ لقمان میں

ان کی یہ باتیں ہیں بے حد کام کی
آج بھی شہرت ہے ان کے نام کی

ارسلان ! جس نے کیا ان پر عمل
زندگی پھر اس کی جائے گی بدل

(1) مختال فخور: مغرور، شیخی بھگارنے والا۔
(2) حمار: گدھا

گلدستہ

ترتیب و پیش کش محمد اطہر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

حمدِ ربِ ذوالجلال

آنکھ اٹھے تیرے لیے کھلتے ہیں لب تیرے لیے
میرا جینا میرا مرنا میرے رب تیرے لیے
دائرہ تیری رضا، پُر کار میری زندگی
ہر تمنا ہر ارادہ پر طلب ترے لیے
کیسے ہو سکتا ہے مجھ سے منحرف اک سانس بھی
وقف میں نے کر دیا ہے خود کو جب تیرے لیے
میری باقی عمر کے دن قیمتی ہیں کس قدر
میرا ہر لمحہ بسر ہوتا ہے اب تیرے لیے
روشنی ہو یا اندھیرا مجھ سے میں غافل نہیں
میرا دن تیرے لیے ہے میری شب تیرے لیے
تیرے مداحوں میں شامل ہے مظفر کا بھی نام
اس نے دنیا سے لیا ہے یہ لقب تیرے لیے

انتخاب: محمد طلحہ اکرام شاعر: مظفر وارثی

زندگی عظیم نعمت ہے

یہ سب چیزیں ابھی نظر آرہی ہیں لیکن جب یہ آنکھیں بند ہوں گی اور انسان دوسرے عالم میں پہنچے گا تو اس وقت پتا چلے گا کہ یہ زندگی کتنی قیمتی تھی لہٰذا جو لمحات تم صحیح کام میں صرف کر کے اس کے ذریعے جنت کے زر وجواہر کما سکتے ہو، ان لمحات کو تم ٹھیکروں اور پتھروں میں ضائع کر رہے ہو؟ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت ہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں فرمایا کہ موت کی تمنا مت کرو، اس لیے کہ تمہیں کیا معلوم کہ اگر تمہیں زندگی کے مزید لمحات میسر آجائیں تو ان لمحات میں نہ جانے کس نیکی کی توفیق مل جائے جو تمہارا بیڑا پار کر دے، اسی وجہ سے یہ مت کہو کہ یا اللہ! میں مر جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے جو زندگی دی ہے یہ بڑی نعمت ہے، اس نعمت کو صحیح استعمال کرنے کی کوشش کرو، اس نعمت کو فضول بحثوں میں اور فضول کاموں میں صرف کرنا مناسب نہیں۔

انتخاب: ڈاکٹر محفوظ

(اسلام اور ہماری زندگی، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب، ج 11، ص 12)

”بگلے کا شکار مکھن سے“

بگلے کو مکھن سے پکڑنا۔ کسی کام کو بے ڈھنگے پن یا احمقانہ انداز میں کرنے کے محل پر یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ اس کہاوت کے وجود میں آنے کے پس منظر میں یہ ایک چھوٹی سی حکایت ہے:

ایک مرتبہ ایک شکاری پرندوں کو پکڑنے کے لیے نکلا۔ کسی تالاب میں بہت سے بگلے تھے۔ ایک بگلے کو پکڑنے کے لیے اس نے بگلے کے سر پر مکھن رکھ دیا تاکہ دھوپ سے مکھن پگھل کر بگلے کے سر سے بہنے لگے اور بہہ کر اس کی دونوں آنکھوں میں پہنچ جائے۔ جس سے وہ اندھا ہو جائے اندھا ہونے کے بعد شکاری اس کو آسانی سے پکڑ لے۔

انتخاب: حفیظ اللہ (اردو کہاوتیں، ڈاکٹر شریف احمد قریشی، ص: 101)

نعت

مہر اسمائے محمد کا گداگر ٹھہرا
دہر گلہائے محمد سے معطر ٹھہرا
اس کی درگاہ کا ہر علم ہے سر گرم عمل
وہی اکمل وہی اعلیٰ وہی اطہر ٹھہرا
دے کے عالم کو گھڑی وصل کی سودا دل کا
عدل اسریٰ کی ادا گوہر ساگر ٹھہرا
اہل اسلام کے دکھ درد کا ہمدرد آئے
دل وہی روح وہی درد سراسر ٹھہرا
ہر دو عالم کے گداؤں کا ہے ماوی مطلع
درد اسود کی ادا طالع احمر ٹھہرا

انتخاب: محمد اسامہ اکرام شاعر: رحمت اللہ شاہ عباسی

آپ کے اشعار

نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلگونہ فروش!

انتخاب: محمد فاروق — شاعر: علامہ محمد اقبال

کسی کو سال نو کی کیا مبارک باد دی جائے
کیلنڈر کے بدلنے سے مقدر کب بدلتا ہے

انتخاب: محمد عباس — شاعر: امتیاز ساجد

تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی، شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

انتخاب: اویس رزاق — شاعر: فیض لدھیانوی

اک سال گیا اک سال نیا ہے آنے کو
پر وقت کا اب بھی ہوش نہیں دیوانے کو

انتخاب: عمر فاروق — شاعر: ابن انشا

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ دیا ہے وہ لوٹارہا ہوں میں

انتخاب: محمد ارشد — شاعر: ساحر لدھیانوی

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

انتخاب: سحرش عباس — شاعر: مجروح سلطانپوری

اس کی یاد آئی ہے سانسوں ذرا آہستہ چلو
دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

انتخاب: علشبہ رزاق — شاعر: راحت اندوری

اے شمع صبح ہوتی ہے، روتی ہے کس لیے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

انتخاب: عدیل قمر — شاعر: حکیم آغا جان

دل کا اجڑنا سہل سہی بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں ہے، بستے بستے بستی ہے

انتخاب: نادیہ رشید — شاعر: فانی بدیوانی

عبادت کی تین قسمیں

- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ کی عبادت جنت کی رغبت اور لالچ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے۔
- کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خوف اور ڈر کی وجہ سے اللہ کی عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ یہ غلاموں والی عبادت ہے۔
- اور اللہ کی مخلوق میں کچھ ایسے بلند ہمت لوگ بھی ہیں جو اللہ کی عبادت جنت کی لالچ اور جہنم کے خوف سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ آزاد اور بلند حوصلہ لوگوں کی عبادت ہے۔

انتخاب: توصیف رمضان — (مرقاۃ المفاتیح: ج3، ص241)

ضرب الامثال

- کہیں ناخن سے بھی گوشت جدا ہوتا ہے۔ رشتہ کسی طرح نہیں چھوٹتا۔
- گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ گناہ گار کے ساتھ بے گناہ بھی مارا جاتا ہے۔
- گیدڑ کی کم بختی آئے گاؤں کو بھاگا جائے۔ برے دن آئیں تو تدبیریں بھی الٹی سوجھتی ہیں۔

انتخاب: سہیل وٹو

ضرب الامثال

1. تلوار منہ پر چڑھنا۔ — مقابلہ کرنا آمنا سامنا ہونا۔
2. جوتی تلے رکھنا۔ — کسی کو مطیع بنانا۔
3. خواب حرام کرنا۔ — سونے نہ دینا۔
4. خوشی سے پیراہن میں نہ سمانا۔ — بے حد خوش ہونا۔
5. دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا۔ — کسی کے عیب کا ذکر کرنا۔

محاورے

1. تلوار منہ پر چڑھنا۔ — مقابلہ کرنا آمنا سامنا ہونا۔
2. جوتی تلے رکھنا۔ — کسی کو مطیع بنانا۔
3. خواب حرام کرنا۔ — سونے نہ دینا۔
4. خوشی سے پیراہن میں نہ سمانا۔ — بے حد خوش ہونا۔
5. دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا۔ — کسی کے عیب کا ذکر کرنا۔

انتخاب: ابراہیم چمنی

ترکی میں بیت السلام کی رہ نمائی میں قائم ادارے

سِلام ایوی یاردِم دَرنِگ

کی گراں قدر تازہ ترین خدمات پر ایک رپورٹ

رپورٹ: خالد معین

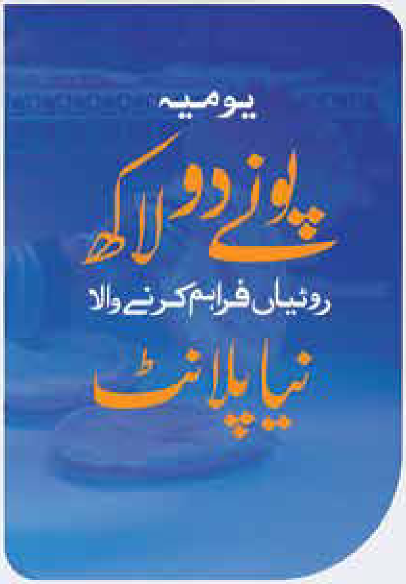

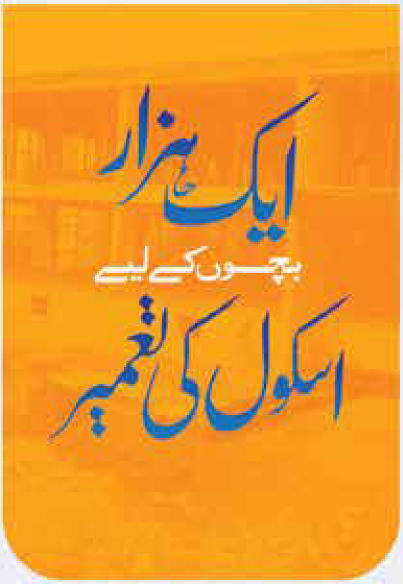

ترکی میں بیت السلام کی رہ نمائی میں قائم رجسٹرڈ ادارہ **سِلام ایوی یاردِم دَرنِگ** اہل خیر کے توسط سے اپنی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔
ذیل میں تازہ ترین خدمات کی کچھ تفصیل دی جارہی ہے۔

- شام کی ہول ناک جنگ سے متاثر ہونے والوں کے لیے شام کے علاقے راس العین میں ایک نیا روٹی پلانٹ مکمل ہونے کے قریب ہے، جو جنوری 2021ء کے وسط سے یومیہ پونے دو لاکھ روٹیاں فراہم کرنا شروع کردے گا، ان شاءاللہ! اس پلانٹ کی تنصیب پر 1 لاکھ 35 ہزار ڈالر اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔
- راس العین میں ہی ''سالم الماری'' کے نام سے ایک اسکول کی تعمیر نو کی جارہی ہے۔ یہ اسکول جنگ کی وجہ سے بالکل تباہ ہوگیا تھا۔ اس کی تعمیر پر 1 لاکھ 3 ہزار ڈالر کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ توقع کی جارہی ہے کہ مارچ 2021ء میں اسکول کی تعمیر مکمل ہوجائے گی۔ اسکول میں ایک ہزار بچوں کی تعلیم کی گنجائش موجود ہے اور یہ اسکول مونٹیسوری سے مڈل تک کے طلبہ کے لیے فعال کیا جارہا ہے۔
- بیت السلام سے وابستہ جنوبی افریقا کے اہل خیر کے تعاون سے راس العین میں 300 ایسے انتہائی معذور مرد و خواتین کو اخراجات کے لیے فی کس 500 لیرا یعنی تقریباً 10 ہزار روپے پاکستانی روپے دیے گئے۔ یہ معذور افراد انتہائی خستہ حال ہیں اور ان کا کوئی کفیل بھی نہیں۔
- بیت السلام سے وابستہ جنوبی افریقا کے اہل خیر نے ادلب میں 11 سو خاندانوں کو ایک ماہ کا خشک راشن دیا، بچوں میں کھلونے اور گرم ٹوپیاں تقسیم کیں۔ جب کہ فی خاندان ڈیڑھ سو کلو کوئلہ بھی فراہم کیا۔ یاد رہے یہ انتہائی سرد علاقہ ہے
- بیت السلام سے وابستہ جنوبی افریقا کے اہل خیر نے ادلب میں موجود بیت السلام کے قائم کردہ یتیم خانوں میں زیر کفالت 5 سو بیوہ خواتین کو ماہانہ اخراجات کے لیے وظیفہ فراہم کیا۔
- بیت السلام سے وابستہ جنوبی افریقا کے اہل خیر حضرات نے شام کے شہر جرابلس میں قائم یتیم خانے الامل میں رہائش پذیر 56 خاندانوں کو ماہانہ راشن اور حفظان صحت کے سامان کی کٹ فراہم کی جس میں صفائی ستھرائی کا سامان تھا۔ ان خاندانوں کے بچوں میں کھلونے اور بسکٹ بھی تقسیم کیے گئے
- اعزاز شہر کی خیمہ بستیوں میں 280 خاندانوں کو جنوبی افریقا سے آئے بیت السلام سے وابستہ اہل خیر نے ماہانہ اخراجات کے لیے رقم فراہم کی۔

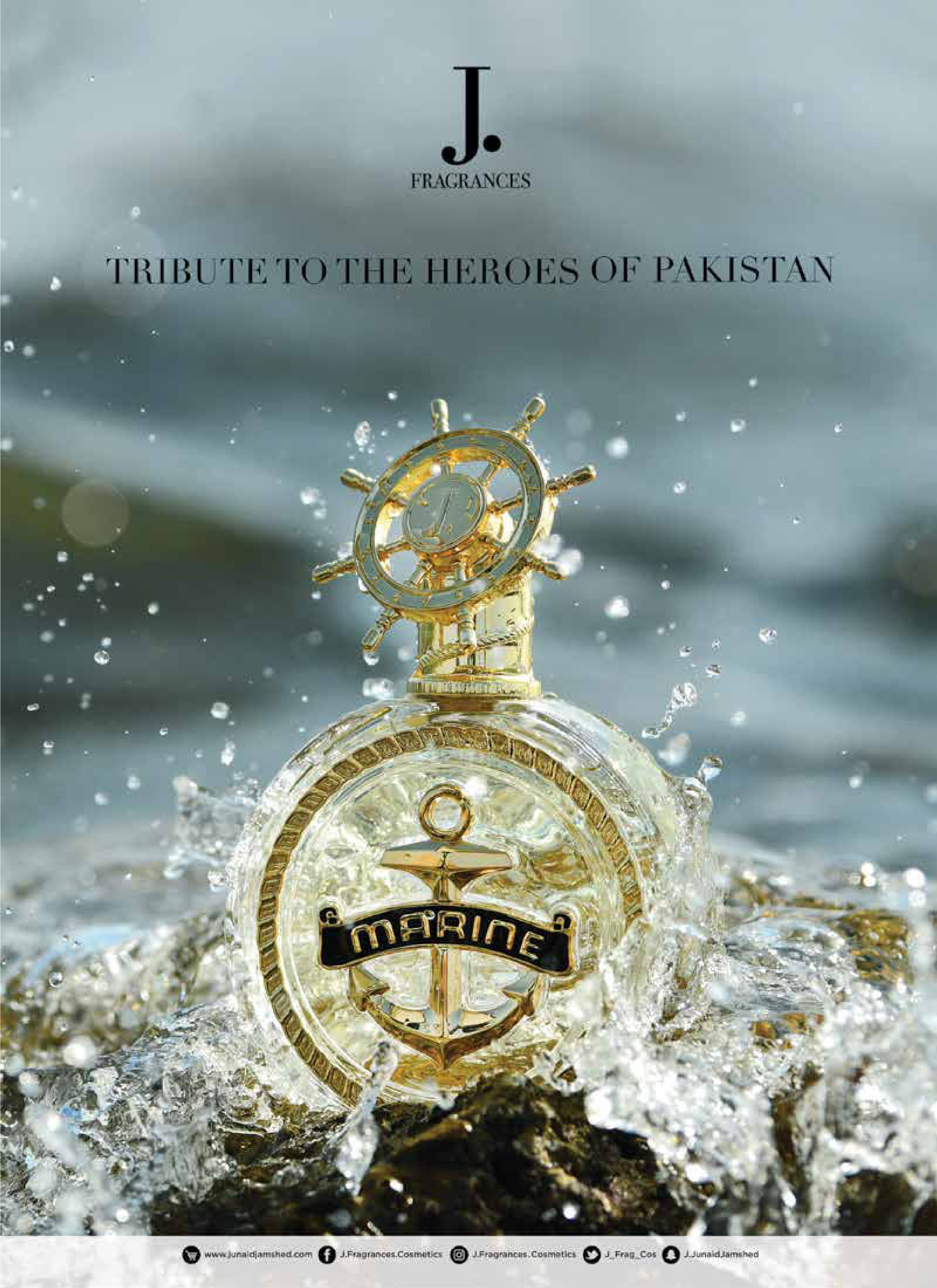
J.
FRAGRANCES
TRIBUTE TO THE HEROES OF PAKISTAN
MARINE
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J.Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

BAITUSSALAM

سردی سے ٹھٹھرتی
انسانیت کی مدد

فی کمبل

Rs.900/=

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111